سماع و موسیقی تصوّف میں

مصنف: ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

Marfat.com

سماع وموسیقی
تصوف میں

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی
ممتاز پروفیسر (Distinguished Professor)
جی. سی. یونیورسٹی، لاہور

تخلیقات
6۔ بیگم روڈ، لاہور فون 042-37124933/37238014
Email: takhleeqat@yahoo.com
www.takhleeqatbooks.com

Marfat.com

۳۹۷۷۶۱
س ۸۱
۹۴۵.۸۷
ا

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : سماعٔ و موسیقی تصوّف میں

ناشر : تخلیقات لاہور۔

اہتمام : لیاقت علی

پرنٹرز : علی فرید پرنٹرز لاہور۔

سن اشاعت : 2010ء

ضخامت : 144 صفحات

قیمت : -/140 روپے

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	ابتدائیہ	1
2	سماع وموسیقی تصوف میں	۱
3	خرقہ وسماع	۲۰
4	خانقاہ وسماع	۳۲
5	وجد، تواجد، وجود اور سماع	۳۶
6	موسیقی اور سماع	۵۴
7	مآخذ	۱۰۰
8	اشاریۂ متن۔ اسما، اماکن وکتب	۱۰۸

Marfat.com

Marfat.com

ابتدائیہ

تصوف کی ایک اہم روایت سماع وموسیقی ہے، یہ کتاب سماع وموسیقی کے مطالب پر مشتمل ہے، ان مطالب کو بیان کرنے سے پہلے ''ابتدائیہ'' میں تصوف اور صوفی کے باب میں ضروری مطالب پیش کیے جاتے ہیں تاکہ تصوف کے حوالے سے سماع وموسیقی کے تمام پہلو سامنے آجائیں۔

کچھ محققین کہتے ہیں کہ صوفی کو اس لیے صوفی کہا جاتا ہے کہ صوفیہ اون کے کپڑے پہنتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ نماز کی صفِ اوّل میں ہونے کی وجہ سے اور بعض کا خیال ہے کہ اصحابِ صفہ سے نسبت کی وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے اور بعض کی رائے میں لفظ صوفی صفا سے مشتق ہے، بقول قشیری اور ہجویریؒ لغت کے اعتبار سے ان مذکورہ الفاظ میں سے کسی بھی لفظ سے صوفی کا اشتقاق درست نہیں۔ البتہ ہجویریؒ صفا کو ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ لفظ صوفی کسی بھی لفظ سے مشتق نہیں ہوسکتا کیونکہ تصوف کا مقام اس تکلف (یعنی اشتقاق) سے بالاتر ہے، اشتقاق کے لیے جنس کی ضرورت ہوتی ہے اور موجودات کی ہر چیز کثیف ہے اور صفا کی ضد ہے، کوئی چیز اپنی ضد سے مشتق نہیں ہوسکتی، صوفیائے کرام کے لیے تصوف کے معانی سورج سے زیادہ روشن ہیں اور کسی عبارت یا اشارت کے محتاج نہیں البتہ صفا مسلمہ طور پر قابلِ قبول ہے، اسکی ضد کدر (میل) ہے، چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کو صاف رکھتے ہیں اور قلبی آفات سے بری ہوتے ہیں، اسلیے صوفی کہلاتے ہیں، اس فرقہ کے لیے یہ لفظ اسم علم کی حیثیت رکھتا ہے (کشف المحجوب، باب التصوف)۔

Marfat.com

اردشیر العبادیؒ فرماتے ہیں کہ "اصل صوفی از صفوت گرفتہ اند واصل تصوف از صوف گرفتہ اند" یعنی صوفی کی اصل صفوت ہے اور تصوف کی اصل صوف ہے۔ صفوت کے معنی ہیں کدورت سے پاک ہونا۔ وہ پگھلا ہوا سونا' جس سے کھوٹ علیحدہ کر دیا جائے اسے صافی کہتے ہیں' وہ دل جو خواہشات نفسانی سے پاک ہو اسے بھی صافی کہتے ہیں' اور اس دل کے مالک کو صوفی کہا جاتا ہے' پس پہلے باطن کو صاف کیا جائے اور پھر لباس صوف پہنا جائے جو اہل صفا کا لباس ہے (صوفی نامہ' ص ص ۲۳-۲۲)۔ ابوریحان بیرونی کی نظر میں لفظ صوفی یونانی لفظ سوف (Soph یعنی حکمت) سے مشتق ہے کہ فیلسوف کا لفظ بھی جو فیلا (Phila) اور سوفیا (Sophia) سے مرکب ہے اور جس کے معنی حکمت دوست کے ہیں اسی سوف (Soph) سے ہے ___ کہتے ہیں لفظ فیلسوف فیثا غورث کی ایجاد ہے۔ وہ یوں کہ یونانی زبان میں دانشور کو سوفوس اور دانش کو سوف کہتے تھے' فیثا غورث نے کہا کہ ہم اتنی دانش و حکمت نہیں رکھتے کہ دانشور (سوفوس یا سوفسٹ) کہلائیں' ہم تو فیلوسوف ہیں یعنی دانش دوست ہیں' (اسی سے لفظ فلسفہ یا فلاسفی ہے) ___ جب اسلام میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوا جو وحدت حق کے عقیدے میں یونانی مفکرین سے قریب تھا انہیں لوگ سوفیہ یا صوفیہ کے نام سے پکارنے لگے اور چونکہ لوگ اس کی اصل وجہ تسمیہ سے آگاہ نہیں تھے اس لیے لفظ صوفی کو صوف یعنی اون یا پشم سے ماخوذ سمجھنے لگے' ابوریحان البیرونی اپنی کتاب ماللھند میں اس عقیدۂ عرفانی کے ذکر کے سلسلہ میں کہ وجودِ حقیقی علتِ نخستین (علتِ اوّل) ہے اور باقی تمام موجودات کا وجود خیالی اور ظلّی ہے کہتے ہیں کہ یہ سوفیہ کی رائے ہے اور سوفیہ حکما ہیں چونکہ سوف کے معنی یونانی زبان میں حکمت کے ہیں' اسی لیے انھیں فیلسوف جو پیلا

Marfat.com

(فیلا) سوپا (سوفا) سے مرکب ہے اور جس کے معنی حکمت دوست کے ہیں کہنے لگے جب مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اُن کی رائے کے قریب ہو گئے تو انھیں اسی نام (سوفیہ یا صوفیہ) سے موسوم کر دیا گیا:

وھٰذا رای السوفیہ و ھم الحکما فان سوف بالیو نا نیة الحکمة و بھا سمیّ الفیلسوف پیلا (فیلا)سوپا (سوفا)سوپا ای محب الحکمته و لماّ ذھب فی الاسلام قومٍ الٰی قریب من را ءیھم سمو ا با سمھم۔

ابوالفتح بستیؒ نے لفظ صوفی کے اشتقاق کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

تَنازَعَ الناسُ فی الصوفیِّ و اختَلَفُوا قِدماً و ظنوه مشتقاً من الصوف

وَلَسْتُ اَنحَل ھذا الاسم غیرفتّی صافیّ فصوفیّ حتی لقبَ الصّوفی

یعنی لفظ صوفی کی نسبت لوگوں میں اختلاف ہے، ہم یہ نام اس جوان مرد کے سوا اور کسی کو نہیں دیتے جو "صافی فصوفی" کا مصداق ہے یعنی جس نے صفا اختیار کی اور صاف بنا دیا گیا، یہاں تک کہ اس کا لقب صوفی ہو گیا (بیرونی، تحقیق ماللھند، جلد اول، ص ص ۲۲-۲۱۔ مقدمہ مصباح الہدایت از جلال ہمائی)۔ لفظ صوفی کو صوفہ (صوفۃ القفا یعنی گردن کے پیچھے کے بال) سے اور بنی صوفہ سے بھی مشتق کہا جاتا ہے، بنی صوفہ ایک قبیلہ تھا جو کعبہ کے خدّام تھے (بدوی، تاریخ تصوف اسلامی، ص ۱۳۵) لیکن ان تمام مذکورہ آرا کے باوجود لفظ صوفی کے اشتقاق کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ یہ لفظ صوف سے مشتق ہے۔ اگرچہ بعض محققین پشمینہ پوشی کو عیسائیت کی تقلید سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ صوف کا لباس پہنتے تھے اس لیے صوف کے لباس کو بدعت خیال کیا جاتا ہے لیکن بیشتر حضرات یہی کہتے ہیں

Marfat.com

کہ صوف پوشی اسلامی شعار ہے' حضرت انس بن مالکؓ سے یہ روایت ہے کہ کان رسول اللہ یجیب دعوۃ العبد و یرکب الحمار و یلبس الصوف ___ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستّر بدری صحابہ کو دیکھا ہے جو پشمینہ پوش تھے (تعرف ص ۲۸۵۔عوارف المعارف ص ۴۴) ___ غرض اسلام میں صوف کا لباس زہد اور فقر وقناعت کی علامت رہا ہے' اسی مناسبت سے صوفی کا لفظ اسلام میں مشہور ہو گیا اور کچھ لوگوں نے اس لباس میں یعنی پشمینہ پوشی میں دھوکے بازی بھی کی ہے' ویسے بھی طریقت میں ان ظاہری چیزوں یعنی اون کا لباس پہننے کی چنداں ضرورت بھی نہیں' مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

حرف درویشاں بدزدد مرد دون تا بخواند برسلیمی زان فسون

یعنی کمینہ انسان درویشوں کی بات چرا لیتا ہے تا کہ کسی سادہ انسان کو پھانس لے۔

اردشیر العبادیؒ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے صوفی آدم صفی اللہ تھے کہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا' خلافت وامانت سے نوازا' آدمؑ نے مکہ وطائف کے درمیان ''چلّہ کشی'' کی' کیونکہ مرید بھی آغاز میں چلّہ کشی یا ریاضت کرتا ہے' صوفیہ اس حدیث پاک سے حضرت آدمؑ کی چلّہ کشی کی سند لیتے ہیں ''خمر طینۃ آدم بیدہ اربعین صباحاً'' یعنی اللہ میاں نے چالیس روز آدم کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے گوندھا اور چلّہ کشی کے سلسلے میں اس حدیث کو بھی پیش کرتے ہیں ''من اخلص للّٰہ اربعین یوماً ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ یعنی جس نے چالیس دن اللہ کے لیے خلوص کے ساتھ عبادت کی تو اللہ تعالیٰ حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر ظاہر فرما دیتے ہیں۔آدمؑ نے تنہائی اختیار کی اور چلّہ کشی کی تو حق تعالیٰ

Marfat.com

نے اُسے روح کی نعمت عطا کی' چراغِ عقل اس کے دل میں روشن کیا اور نور حکمت اس کے دل سے اس کی زبان پر نمایاں کیا۔ فرمان حق ہے "اِنَّ اللہ اَصْطَفٰی آدم یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو برگزیدہ کیا (سورہ۳' آیت۳۳) اس اصطفیٰ سے آدمؑ نے تصفیہ پایا' صافی ہوئے' صفی اللہ کا لقب پایا اور صوفی بنے اور اس حوالے سے کہ جو صافی تر ہے وہ صوفی تر ہوگا' حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے صافی تر تھے اس لیے سب سے بڑے صوفی تھے۔ پس تصوف کا آغاز آدمؑ سے ہوا اور تصوف کی تکمیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی' کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ اسی طرح کعبہ جو آدمؑ کے زمانے میں وجود میں آیا گویا پہلی خانقاہ تھی۔ (امتداد زمانہ سے کعبہ کی عمارت نہ رہی حضرت ابراہیمؑ نے اسے بنایا اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بتوں سے پاک کیا)۔ وہ لباس جو آدمؑ نے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کے بعد ستر پوشی کے لیے درختوں کے پتوں سے بنایا تھا وہ (گویا) پہلا مرقع یا خرقہ تھا۔ (صوفی نامہ' ص ص ۳۰-۲۶)

محققین کہتے ہیں کہ اسلام میں صوفی کا لقب سب سے پہلے ابوالہاشم صوفیؒ (وفات ۱۵۰ھ) کیلیے استعمال کیا گیا تھا۔ کتاب اللمع' حلیۃ الاولیا' کتاب التعرف اور نفحات الانس کے مطابق سفیان ثوریؒ (وفات ۱۶۱ھ) کا قول ہے کہ اگر میں ابوھاشم صوفیؒ سے نہ ملا ہوتا تو میں نہ جانتا کہ صوفی کون ہوتا ہے۔ بقول سراجؒ مؤلف کتاب اللمع فی التصوف لفظ صوفی حسن بصریؒ کے زمانے میں رائج تھا کہ حسن بصریؒ (وفات ۱۱۰ھ) کا بیان ہے کہ کعبہ کے طواف کے دوران میں نے ایک صوفی کو دیکھا' اسے میں نے کچھ رقم دینا چاہی' اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس چار دانگ ہیں یہی کافی ہیں۔ سب سے قدیم کتاب جس میں لفظ صوفی استعمال

Marfat.com

ہوا ہے وہ کتاب "البیان والتبیین" تالیف جاحظ (وفات ۲۵۰ یا ۲۵۵ھ) ہے۔
(البیان والتبیین، ص ۱۲۸۔ بدوی، تاریخ تصوف اسلامی، ص ۲۸۔ اللمع، ص ۵۶)

سچے صوفیہ شریعت اسلامی کی پابندی کو لازمی سمجھتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ تصوف شریعت، طریقت اور حقیقت کا مجموعہ ہے۔ طریقت ایک راہ ہے جو شریعت سے ماخوذ ہے، شارع بڑے راستے کو کہتے ہیں اور طریق چھوٹے راستے یا پگڈنڈی کو کہتے ہیں، شارع کے درمیان میں طریق ہے، یوں طریقت وہ راستہ ہے جو شریعت سے اخذ کیا گیا ہے۔ وہ سفر جو پانی پر کیا جائے اسے شروع کہتے ہیں اور وہ سفر جو رات میں کیا جائے اسے طروق کہتے ہیں۔ پانی پر سفر کرنے والے کو شارع اور رات کو سفر کرنے والے کو طارق کہا جاتا ہے، گویا شریعت پانی پر یعنی وسیع سمندر پر سفر ہے جس میں احتیاط کی ضرورت ہے اور یہ احتیاط گویا علم فقہ ہے اور طریقت رات کا سفر ہے جس میں روشنی یا نور کی ضرورت ہے جو نورِ اخلاص ہے۔ ابوبکر ورّاق ترمذیؒ کا قول ہے کہ جس نے تصوف کو بغیر فقہ کے اختیار کیا وہ زندیق ہوا اور جس نے بغیر تصوف (خلوص دل) کے فقہ کو اختیار کیا وہ فاسق ہوا، جس نے دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہوا (صوفی نامہ، ص ص ۱۸-۱۷۔ کشف المحجوب، ص ۲۲، دلائل السلوک، ص ۱۲) ____ شریعت دین اسلام کے ظاہری احکام ہیں اور شریعت پر اخلاص سے عمل کرنے کا نام طریقت ہے، نماز پڑھنا شریعت ہے نماز خضوع وخشوع سے پڑھنا طریقت ہے، قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا شریعت ہے اور دل کو حضور حق میں حاضر رکھنا طریقت ہے اور طریقت سے حقیقت حاصل ہوتی ہے جو معرفتِ حق اور طمانیتِ قلب ہے اور یہی مقصدِ تصوف ہے اور صوفیہ کو مطلوب ہے، اسی لیے صوفیائے صاف دل نے تصوف کے غیر اسلامی انداز کو رد

Marfat.com

کیا ہے۔ حضرت ابوبکر واسطیؒ کا قول ہے کہ روم و ہند میں مجاہدہ ہے اور تصوف اسلام میں مشاہدہ ہے (یعنی طریقت کے ساتھ شریعت ہے)' وہ مجاہدہ جس میں مشاہدہ نہیں وہ ایسا ہے کہ کوئی شخص گندے کپڑے کو پیشاب سے دھولے اور یہ خیال کرے کہ کپڑا پاک وصاف ہو گیا' حالانکہ بظاہر دھل گیا لیکن نجاست باقی رہ گئی۔ (تذکرۃ الاولیا' حصہ دوم' ص ۲۲۹)

عزیز الدین نسفیؒ کہتے ہیں کہ سلوک و تصوف کی راہ میں قدم رکھنے والے یعنی سالک کو چاہیے کہ پہلے تحصیل و تکرار کرے اور آخر میں مجاہدہ و اذکار کرے یعنی پہلے مدرسے میں جائے اور علم شریعت جو لازمی ہے اسے حاصل کرے' اس کے بعد خانقاہ میں جائے اور کسی شیخ کا مرید ہو جائے۔ بعض صوفیہ کے خیال میں (بقول عزیز الدین نسفیؒ) تصوف کے حصول کے دو طریقے ہیں' ایک تحصیل و تکرار اور یہ لوگ سالکانِ کوئے شریعت ہیں اور ایک مجاہدہ و اذکار اور یہ لوگ سالکانِ کوئے طریقت ہیں۔ شاید اسی لیے تصوف میں کاملین کو دو ناموں سے یاد کرتے ہیں: (۱) ایک قطب ارشاد جو اصحاب شریعت ہوتے ہیں (۲) دوم قطب تکوین جو اصحاب طریقت اور اہل مجاہدہ و اذکار ہوتے ہیں۔ (الانسان الکامل' ص ۹۲۔ آداب المریدین' ص ۶۷)

ابو نجیب سہروردیؒ کی نظر میں تصوف ابتدا میں علم ہے' درمیان میں عمل ہے اور آخر میں بخشش یعنی عطائے ربانی ہے۔ علم صوفی کے لیے مراد و مقصود کو واضح کرتا ہے' عمل مقصد یا مراد کے حصول میں معاون ہوتا ہے اور بخشش یا عطائے ربانی سے صوفی امیدوں کے (حصول کے) کمال کو پالیتا ہے۔ اہل تصوف کے تین طبقے ہیں: (۱) مرید یعنی طالب تصوف۔ (۲) متوسط یعنی سالک راہ تصوف (۳) منتہی یعنی

Marfat.com

تصوف کے کمال پر پہنچا ہوا' مرید صاحب وقت ہوتا ہے' متوسط صاحب حال اور منتہی صاحب نَفَس۔ سب سے افضل عمل صوفیہ کے نزدیک ہر نَفَس یعنی ہر سانس میں خدا کو یاد کرنا ہے۔ مرید ابتدائی منازل میں ہوتا ہے' متوسط صاحب تلوین ہوتا ہے اور منتہی صاحب تمکین ہوتا ہے۔ زلیخا صاحب تمکین تھی' اسی لیے دیدار یوسف سے متاثر نہیں ہوئی اور دوسری خواتین حسن یوسفؑ کو دیکھتے ہی ایسی بے خود ہوئیں کہ انہیں اپنا ہوش نہ رہا اور انہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ مختصراً یوں کہ مرید کا کام مجاہدہ و ریاضتِ نفس ہے' متوسط کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی مراد کی طلب کے لیے تمام احوال و مقامات میں صدق دلی کا لحاظ رکھے اور منتہی کا مقام یہ ہے کہ وہ صحو میں ہو یعنی ہوش میں ہو' سختی ہو یا آسانی ہو یا دشواری ہو ہر حال میں وہ یکساں رہے یعنی متغیر نہ ہو' اس کا کھانا بھی بھوکا رہنا ہے اور اسکی نیند بھی بیداری ہے' وہ اپنی ذاتی خواہش سے فانی' حقیقت حق کے ساتھ باقی ہوتا ہے۔ اس کا ظاہر خلق کے ساتھ اور اس کا باطن حق کے ساتھ ہوتا ہے۔

(آداب المریدین، ص ص ۶۸-۶۷)

حضرت علی ہجویریؒ جن کی نظر میں لفظ تصوف صفا سے مشتق ہے فرماتے ہیں کہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کو صاف رکھتے ہیں اور قلبی آفات سے بری ہوتے ہیں اس لیے صوفی کہلاتے ہیں۔ صفا کی دو صورتیں ہیں: ایک اس کی اصل ہے اور ایک فرع' اصل یہ ہے کہ دل غیر اللہ سے خالی ہو اور فرع یہ ہے کہ دل دنیا سے منقطع ہو۔ یہ دونوں صفات حضرت ابوبکر صدیقؓ سے منسوب ہیں کیونکہ وہ اہل طریقت کے امام ہیں۔ ان کا دل غیر اللہ سے اس قدر خالی تھا کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر تمام صحابۂ کرام شکستہ دل تھے' حضرت عمرؓ نے شمشیر میان سے نکال لی اور اعلان کیا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہے گا کہ وہ وصال پا گئے ہیں میں اس کا سر قلم

Marfat.com

کردوں گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا الا من عبد محمد فان محمد ﷺ قدمات ومن عبد رب محمد ﷺ فانه حی لایموت (یادرکھو جس نے حضرت رسول پاک ﷺ کی بندگی کی تو وہ تو رحلت فرما گئے اور جس نے رسول پاک ﷺ کے رب کی بندگی کی تو وہ زندہ ہے اور اس کو موت نہیں) اور پھر یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (الی آخره) (سورہ ۳ آیت ۱۴۴) (یہ حقیقت ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اوران سے پہلے بھی رسول گذرے ہیں اگر یہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رحلت فرما جائیں یا قتل کردیئے جائیں تو کیا تم الٹے قدم لوٹ جاؤ گے یعنی اپنے آبائی دین کی طرف پلٹ جاؤ گے) حضرت صدیق اکبرؓ کا دنیا کے اسباب سے انقطاع یہ تھا کہ انہوں نے اپنا تمام مال راہ خدا میں دے دیا اور خود ایک کمبل اوڑھ کر حضور پاک ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔ حضرت رسول پاک ﷺ نے پوچھا ''ماخلفت لعیالک'' اپنے بال بچوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ فقال الله ورسوله' جواب میں کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اسی لیے کہا جاتا ہے اگر تم کامل صوفی دیکھنا چاہو تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھو کیونکہ وہ صفا کی صفت یعنی صفا کی حقیقت سے بہرہ ور تھے:

ان الصفا صفة الصدیق ان اردت صوفیا علی التحقیق

صوفی کا لفظ کامل اور محقق اولیائے کرام پر عائد ہوتا ہے۔ مشائخ میں سے کسی کا قول ہے من صافاه الحب فهو صاف و من صافاه الحبیب فهو صوفی یعنی جو محبت کے ساتھ مصفا ہوا وہ صاف دل ہے اور جو دوست کی محبت میں فنا

Marfat.com

ہو گیا اور غیر سے بری ہو گیا' وہ صوفی ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ کی نظر میں صوفی کی تین قسمیں ہیں: (۱) صوفی (۲) مُتَصَوِّف (۳) مُسْتَصوِف۔ صوفی وہ ہے جو خواہشات نفس سے آزاد اور حقیقت حقایق سے واقف ہو۔ متصوف وہ ہے جو اس مقام کو مجاہدے سے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہو (یعنی سالک راہ طریقت ہو) اور مستصوف وہ ہے جو دولت کی خاطر صوفیہ کی نقالی کر رہا ہو۔ مستصوف صوفیہ کے نزدیک مکھی کی طرح حقیر ہوتا ہے اور عام لوگوں کے لیے بھیڑیے کی طرح خطرناک۔ مختصراً یہ کہ صوفی صاحب وصول (یعنی صاحب وصل حق) متصوف صاحب اصول (یعنی اصول تصوف پر عمل کرنے والا سالک) اور مستصوف صاحب فضول ہے یعنی وہ فضول باتوں میں مصروف ہے اور حقایق تصوف سے دور ہے۔

حضرت ابن جلاؒ کہتے ہیں کہ تصوف تمام تر حقیقت ہے' اس میں کوئی رسم نہیں ہوتی۔ ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں کہ تصوف نہ رسم ہے اور نہ علم ہے بلکہ تمام تر اخلاق ہے' اگر رسوم میں داخل ہوتا تو مجاہدہ سے حاصل ہو جاتا' اگر علوم کا حصہ ہوتا تو تعلیم سے میسر آجاتا' سو تصوف تو تمام تر اخلاق میں شامل ہے۔ (کشف المحجوب' باب تصوف۔ محمد کاظم: نقد صوفی' ص ۱۲۶) حضرت شبلیؒ کا قول ہے کہ التصوف التعظیم لا مر اللہ و الشفقة علی خلق اللہ یعنی تصوف احکامات حق پر اخلاص سے عمل کرنے اور مخلوق خدا پر شفقت کرنے کو کہتے ہیں۔ حضرت محمد بن علی بن حسین بن علیؒ کا قول ہے کہ التصوف خلق لمن زاد علیک فی الخلق زاد علیک فی التصوف یعنی تصوف خوش خوئی اور خوش اخلاقی ہے جو جس قدر زیادہ نیک خو ہوتا ہے وہ اسی قدر زیادہ صوفی ہوتا ہے۔ نیک خوئی کی دو صورتیں ہیں خدا کے

Marfat.com

ساتھ اور بندوں کے ساتھ۔ خدا کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ اس کے احکامات کی پابندی کی جائے اور بندوں کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ صرف خدا کے لیے ان کے ساتھ میل جول قائم رکھا جائے۔ مرتعشؒ کا قول ہے التصوف حسن الخلق تصوف نیک خلق کا نام ہے۔ جو تین طرح سے ہے (۱) ایک فرمان خداوندی کو پوری طرح ادا کرے (۲) مخلوق میں بڑوں کی عزت کرے، چھوٹوں کے ساتھ محبت سے پیش آئے اور برابر کے لوگوں سے انصاف برتے اور کسی سے عوض ومعاوضہ کی توقع نہ رکھے۔ (۳) خود خواہشات نفسانی سے پرہیز کرے۔ جس شخص کے یہ تینوں امور درست ہو جائیں تو وہ انسان نیک خو ہے۔ ابوعلی قزوینیؒ کا قول ہے التصوف هو الاخلاق الرضیه یعنی تصوف اخلاق پسندیدہ کا نام ہے۔ حضرت ابوبکر کتانیؒ کا قول ہے کہ تصوف تمام تر اخلاق ہے جس میں جتنا زیادہ اخلاق ہے وہ اسی قدر صوفی ہے۔ کسی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ اخلاق پیغمبر ﷺ کے بارے میں ہمیں بتائیں! آپ نے فرمایا قرآن پڑھو خدا نے اس میں فرمایا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَامُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْن (سورہ۷، آیت۱۹۹) معاف کرنے کی خصلت اختیار کرو، اچھی بات کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کش رہو۔

اردشیر العبادیؒ کی نظر میں قرآن پاک کی اس آیت اُولٰئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْن (سورہ۲، آیت۵) میں مفلحون سے مراد صوفیہ ہیں اور قرآن پاک میں صوفیہ کے مختلف اوصاف کا ذکر یوں آیا ہے کہ ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں (تتجافی

Marfat.com

جُنُوبُھُمْ... یُنفِقُوْن) (سورہ۳۲ آیت۱۶) دوسروں پر ایثار کرنے میں وہ ان کو خود سے مقدم رکھتے ہیں خواہ وہ خود تنگی میں ہی کیوں نہ ہوں۔ (وَ یُؤثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ سورہ۵۹ آیت۹) وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی' بیٹھے بھی' لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللہ .....وَالْاَرْض سورہ۳ آیت۱۹۱) یہ لوگ وہ ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے (رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَا ھَدُوا اللہ عَلَیْہِ (سورہ۳۳ آیت۲۳) جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے سے' زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غفلت میں ڈالتی ہے اور نہ خرید وفروخت (غفلت میں ڈالتی ہے) اور وہ ایسے دن کی دارو گیر یعنی قیامت کے دن کی پکڑ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی (رجالٌ ..... ابصار. سورہ۲۴ آیت۳۷) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں اور اللہ کی جماعت (اللہ والوں کی جماعت) ہی فلاح پانے والی ہے۔ (رَضِیَ اللہ. ...... مُفْلِحُوْن) سورہ۵۸ آیت۲۲) (صوفی نامہ' ص۳۲) اس حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

لا یزال العبدیتقرب اِلیّ بالنوافل حتیٰ احبه و یحبنی فاذا احببته' صرت له' سمعاً و بصراً ویداً وموبداً فبی یبطش وبی یسمع وبی یبصروبی یتکلم میں گویا صوفیہ ہی کی تعریف ہے کہ وہ اپنی عبادت وریاضت سے یوں قربت حق حاصل کر لیتے ہیں کہ خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں' خداوند تعالیٰ ان کے کان' آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ساتھ ہی سنتے ہیں' دیکھتے ہیں اور بولتے ہیں اور پکڑتے ہیں' یعنی وہ دنیا کے تمام

Marfat.com

کام اللہ تعالیٰ کے حوالے ہی سے کرتے ہیں۔

تصوف میں سالک پہلے تزکیۂ نفس کرتا ہے یعنی نفس کو برائیوں سے پاک کرتا ہے' پھر تصفیۂ قلب کرتا ہے یعنی قلب کو خیالات ماسوا سے صاف کرتا ہے' پھر تجلیۂ روح کرتا ہے یعنی اوصاف حسنہ سے روح کو آراستہ کرتا ہے پھر تخلیۂ سِر کرتا ہے یعنی اللہ کے سوا ہر چیز سے دل کو خالی یعنی پاک کرتا ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ تزکیۂ نفس اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی پیروی کی جائے اور یہ سنت کی پیروی خلوص دل سے ہوا سے ہی طریقت کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے "وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم" (سورہ ۶۸' آیت ۴) (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ادبنی ربی فا حسن تادیبی' یعنی میرے رب نے میری بہترین تربیت کی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کان خُلقہ قرآن (آپ کا خلق قرآن پاک ہے) یعنی آپ قرآن کریم کے احکام پر کلی طور پر عمل فرماتے تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق (میں اسی واسطے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ دس سال سے زیادہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی' کبھی انہوں نے مجھے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا؟ یا کیوں یہ کام اچھی طرح نہیں کیا؟ جب میں کام اچھا کرتا تو دعا دیتے اور جب کام میں کوئی برائی دیکھتے تو فرماتے۔ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (سورہ ۳۳' آیت ۳۸) میں

Marfat.com

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو خوش خو نہیں دیکھا' گھر کے کام کاج میں خادمین کی مدد کرتے تھے' کبھی کسی کو برا نہیں کہتے تھے اور نہ زبان سے کوئی نازیبا جملہ بولتے تھے۔ سلام کرنے میں پہل کرتے تھے' ہمیشہ مسلمانوں کے عیب چھپاتے تھے' کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے تھے' کبھی کسی پر غصے نہیں ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریم طبع' خوش خو' لوگوں سے موافقت کرنے والے' متواضع' رقیق القلب' قانع تھے' کم کھاتے تھے اور کم سوتے تھے۔

حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو نصیحت فرمائی تھی جو مکارم اخلاق کی جامع ہے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے معاذؓ میں تم کو ہدایت کرتا ہوں کہ تم:

(۱) خوفِ خدا کرو (۲) سچ بولو (۳) ایفائے عہد کرو (۴) امانت ادا کرو (۵) خیانت کو ترک کردو (۶) ہمسایوں کی خبر گیری کرو (۷) یتیموں پر رحم کھاؤ (۸) گفتگو میں نرمی اختیار کرو (۹) سلام میں پہل کرو (۱۰) حسنِ عمل پیدا کرو (۱۱) امیدوں کو کوتاہ کرو (۱۲) ایمان پر قائم رہو (۱۳) قرآن میں غور کرو (۱۴) آخرت سے محبت رکھو (۱۵) حسابِ آخرت کے خیال سے گریہ وزاری کرو (۱۶) تواضع اختیار کرو (۱۷) کسی کو گالی نہ دو اور سچ بولنے والے کو نہ جھٹلاؤ (۱۸) گنہگار کی اطاعت اور امام عالم کی نافرمانی نہ کرو اور زمین پر فساد برپا نہ کرو (۱۹) زمین پر گزرتے وقت اللہ سے ڈرو (۲۰) ہر گناہ سے توبہ کرو' اگر وہ پوشیدہ کیا ہے تو پوشیدہ طور پر توبہ کرو' اگر وہ علانیہ کیا ہے تو توبہ بھی علانیہ کرو۔

حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے جو حضرت معاذؓ نے

Marfat.com

بیان فرمائی ہے کہ اسلام مکارم اخلاق اور محاسن آداب کا نام ہے۔ حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میزان عمل میں رکھی جانے والی چیزوں میں حسن عمل سے زیادہ کوئی چیز گراں بار نہیں ہوگی' اعلیٰ اخلاق سے انسان وہ اعلیٰ مراتب حاصل کرتا ہے جو بہت زیادہ نماز و روزہ سے بھی حاصل نہیں ہوتے' حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' اے فرزند اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تمہارے صبح شام اس طرح گزریں کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف میل اور کدورت نہ ہو تو ایسی زندگی بسر کرو' پھر ارشاد فرمایا' اے بیٹے یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا گویا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے اس طرح زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو وصیت فرمائی کہ:

(۱) کن ورعاً تکن اعبدالناس' یعنی پرہیزگار بنو تا کہ عابد ترین انسان بنو (۲) کن قنعاً تکن اغنیا الناس. قناعت اختیار کرو تا کہ خوشحال ترین انسان بنو (۳) احب للناس ما تحب لنفسک تکن مسلماً یعنی دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جو تم اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہو تا کہ سچے مسلمان بنو (۴) واحسن جوار من جاورک تکن مومناً یعنی اپنے ہمسایہ سے نیک سلوک کرو تا کہ تم مومن بنو (۵) واقل الضحک فان کثرۃ الضحک دمیت القلب یعنی بہت مت ہنسو کہ زیادہ ہنسی قلب کو مردہ کر دیتی ہے۔

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صوفیہ کرام ہی ہیں جنہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ علما

Marfat.com

کہتے ہیں کہ ہم وارثان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں حالانکہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث صوفیہ ہیں' حضرت رسول پاک ﷺ کی بہت سی صفات ہم میں سے بعض صوفیہ رکھتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے درویشی اختیار کی صوفیہ نے بھی درویشی اختیار کی۔ حضرت رسول پاک ﷺ سخی تھے' خلق خدا کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے' امانت دار تھے' بادیدار تھے' یہ تمام صفات صوفیہ میں بھی کسی حد تک ہوتی ہیں۔ حضرت رسول پاک ﷺ قافلہ سالار تھے ان کے پیچھے صحابہ اور ان کے بعد صوفیہ ہیں۔ حضرت شیخ ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ سے مراد شریعتِ محمدیہ کی پیروی کرنا ہے اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن سے مراد طریقت و حقیقت کو پانا ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ ''شریعت گفتِ انبیا ست و طریقت کردِ انبیاست و حقیقت دیدِ انبیاست''۔ یعنی شریعت حضرت رسول ﷺ کے اقوال کا نام ہے' طریقت افعال کا اور حقیقت احوال کا نام ہے۔ سالک کو چاہیے کہ علم شریعت سے جو ضروری علوم ہیں انہیں حاصل کرے۔ ایک حدیث رسول پاک ہے کہ الشریعت اقوالی' الطریقت افعالی' الحقیقت احوالی' المعرفت اسراری' صوفیہ کہتے ہیں کہ شریعت میں جو میرا ہے وہ میرا ہے اور جو تمہارا ہے وہ تمہارا ہے۔ طریقت میں جو تمہارا ہے وہ تمہارا ہے اور جو میرا ہے وہ بھی تمہارا ہے۔ حقیقت میں کوئی نہ میرا ہے نہ تیرا ہے' میر تیر ہے ہی نہیں۔ نہ میں ہوں' نہ تو ہے' گویا سب کچھ خدائے وحدہ لاشریک لہ' ہے اور یوں بھی کہا جاتا ہے:

شریعت: علوم اسلامی حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔

طریقت: عبادات کی روح کو قائم کرنا ہے۔

Marfat.com

حقیقت: خودی کومٹانا' خودکودوسروں سے کمتر جاننا ہے۔

معرفت: ہر قسم کا فرق مٹانا' صرف حق کو دیکھنا۔

اسے صوفیہ یوں بھی کہتے ہیں کہ شریعت اتباع ہے' طریقت انقطاع ہے' حقیقت اطلاع ہے اور معرفت متاع ہے' اور یوں بھی کہا جاتا ہے کہ شریعت بندگی ہے' طریقت ترک خودی ہے' حقیقت وصال ہے' اور معرفت کمال ہے اور یوں بھی تعبیر کی جاتی ہے کہ شریعت حق کی فرماں برداری ہے' طریقت غیر سے بیزاری ہے' حقیقت دوست سے برخورداری ہے اور معرفت اپنے سے ہوشیاری ہے اور اس طرح بھی تفسیر کی جاتی ہے کہ شریعت عنا (مشقت) ہے' طریقت فنا ہے' حقیقت بقا ہے اور معرفت غنا (دولتمندی' بے نیازی) ہے اور صوفیہ اس طور بھی کہتے ہیں کہ شریعت اقوال وافعال' طریقت احوال واخلاق' حقیقت صفات وذات اور معرفت علم و یقین ہے۔ حضرت ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ انسان کے مرتبے تین ہیں: سوال' دعا اور ثنا۔ سوال اس کے لیے جو دنیا کو طلب کرتا ہے' دعا اس کے لیے کہ جو آخرت کو طلب کرتا ہے' ثنا اس کے لیے جو مولا سے محبت رکھتا ہے۔ سہل بن عبداللہ تستریؒ کا قول ہے کہ رد شریعت الحاد ہے اور رد طریقت شرک ہے' لاالٰہ الااللہ حقیقت ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰه شریعت ہے' ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا یعنی دونوں کی اہمیت مسلّم ہے۔

حضرت شیخ ابو اسحاق شہریار کازرونیؒ کا قول ہے کہ ہمیشہ شرعی علوم کے حصول میں مشغول رہو کہ اہل طریقت کو ہر حال میں حصول علم ناگزیر ہے۔ پھر علم حاصل کرنے کے بعد ریاکاری سے بچو اور جو کچھ علم حاصل کیا ہے اس کو عمل میں لاؤ۔

Marfat.com

حضرت ابوالقاسم نصر آبادیؒ کا قول ہے کہ تصوف سے مراد ہے کتاب وسنت پر عمل کرنا' خواہشات اور بدعت کو چھوڑ دینا' بزرگوں کی عزت کرنا' مخلوق کا عذر قبول کرنا یعنی درگزر سے کام لینا۔ ایک عارف حق کا قول ہے کل طریقة تخالف شریعة فهی کفر. جو بھی طریقہ شریعت کے خلاف ہے وہ کفر ہے' و کل حقیقة لایشهده الکتاب والسنت فهی الحاد و زندقه یعنی جس حقیقت پر کتاب وسنت گواہ نہیں وہ الحاد وزندیقیت ہے ___ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ "طریقت و حقیقت کہ صوفیہ بہ آن ممتاز گشتہ اند ہر دو خادم شریعت اند در تکمیل جزو ثالث کہ اخلاص است" یعنی طریقت وحقیقت جن سے صوفیہ ممتاز ہوئے ہیں' دونوں ہی خادم شریعت ہیں تاکہ یہ تیسرے جزو کی تکمیل کریں جو اخلاص ہے۔ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ اہل طریقت وہ ہے جس کے ایک ہاتھ میں قرآن ہو اور ایک ہاتھ میں سنت' تاکہ ان دونوں چراغوں کی روشنی میں شبہات اور بدعات کی گھاٹیوں اور تاریکیوں سے بچا رہے۔ جنیدؒ ہی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا ایک مرید جو تین سال سے ان کی خدمت میں تھا اس نے ایک دن کہا کہ مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے' جنیدؒ نے پوچھا کہ کیوں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں تو آپکو ولی سمجھ کر آپ کی خدمت میں آیا تھا' لیکن تین سال ہو گئے مجھے تو آپ کی کوئی کرامت نظر نہیں آئی؟ فرمایا کہ ان تین سال میں میرا کوئی عمل قرآن وسنت کے خلاف نظر آیا؟ اس نے کہا نہیں' فرمایا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہوگی؟ ___ صوفیائے کرام شریعت کو تصوف کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں' حضرت بایزیدؒ کسی بزرگ سے ملنے گئے۔ جب آپ ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ان بزرگ نے قبلہ کی جانب رخ کر کے تھوکا' یہ دیکھ کر آپ ملاقات کیے بغیر واپس

Marfat.com

آ گئے اور فرمایا اگر وہ بزرگ طریقت کے درجوں کو جانتے تو شریعت کے منافی کام نہ کرتے۔ مناقب العارفین میں ہے کہ ایک روز حضرت مولانا رومؒ اپنے اصحاب کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی تبلیغ کر رہے تھے ضمناً آپ نے فرمایا کہ ایک بار اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ کی سربراہی میں جہاد کے لیے گئے ہوئے تھے اور ایک قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور اس کو فتح کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ قلعہ فتح نہیں ہوتا تھا' حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اپنی عبادت پر نظر کرو کہیں ایسا تو نہیں کہ فرائض وسنت کی کوئی چھوٹی سی بات تم سے چھوٹ گئی ہو جس کے ترک کرنے سے اس فتح میں تاخیر ہو رہی ہے' تمام صحابہ نے اپنے احوال پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز میں مسواک نہیں کی تھی' اگلے روز اس سنت کو جاری کیا اور صبح کی نماز باجماعت ادا کر کے جنگ کے لیے روانہ ہوئے' اشراق کے وقت تک قلعہ کو فتح کر لیا۔ حضرت مولانا رومیؒ نے فرمایا کہ جتنی تم میں طاقت ہے اور استطاعت ہے سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری طرح متابعت اور مطاوعت کرو تاکہ نفسِ امارہ کے قلعے پر فتح پا کر' وساوسِ نفسانی اور ہواجس شیطانی پر غلبہ پاؤ اور دل کے شہر کو آباد کرو۔ ایک روز حضرت خواجہ نفیس الدین سیواسیؒ حضرت مولانا رومؒ کو وضو کرا رہے تھے' اتفاق سے بازوئے مبارک پر پانی صحیح نہ ڈل سکا' آپ نے فرمایا کہ پانی ڈالو تاکہ سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ رہ جائے' بقول مصنف مناقب العارفین آپ نے تمام زندگی شریعت کی پیروی کی۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ کا قول ہے کہ تصوف چھ چیزوں پر مشتمل ہے:

(۱) قرآن پر پوری طرح عمل کرنا (۲) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا

Marfat.com

(۳) حلال کھانا (۴) مخلوق کو نہ ستانا خواہ مخلوق اسے تکلیف ہی کیوں نہ پہنچائے (۵) ممنوعات سے بچنا (۶) اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں جلدی کرنا' آپ ہی کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے کہ جو کدورت سے پاک ہو اور فکر سے پُر ہو (یعنی تفکر کرتا ہو)' خدا کے قریب ہو اور لوگوں سے دور ہو' اس کی نظر میں مٹی اور سونا دونوں برابر ہوں۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا قول ہے کہ جب سے میں نے مخلوقِ خدا کے ساتھ صلح کی ہے اس کے بعد پھر کبھی مخلوق خدا سے جنگ نہیں کی اور جب سے نفس کے ساتھ جنگ کی ہے پھر نفس سے کبھی صلح نہیں کی۔ حلاجؒ نے اپنے مرید کو نصیحت کی تھی کہ اپنے نفس کو قابو کر لو' اگر تم نے اسے اپنے قابو میں نہ کیا تو وہ تمہیں اپنے قابو میں کر لے گا۔

صلاح بن مبارکؒ کہتے ہیں کہ جس کا ظاہر بے رنگ ہو اور باطن بے جنگ ہو وہ صوفی ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جس کی گفتگو حقایق کی تفسیر ہو اور اس کی خاموشی اس کی حقیقتِ حال کی تصویر ہو یعنی اس کی گفتگو میں سراسر حقایق کا بیان ہو اور جب خاموش ہو تو اپنے عمل سے یہ ثابت کرے کہ ماسوا اللہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ صوفی زمین کی طرح ہے کہ اس میں ہر بُری چیز ڈال دیتے ہیں لیکن اس میں سے جو چیز نکلتی ہے وہ اچھی ہوتی ہے۔ کسی شیخ کا قول ہے کہ صوفی سورج کی طرح مشفق' زمین کی طرح متواضع اور دریا کی طرح فیاض ہوتا ہے۔ وہ سورج' زمین اور دریا کی طرح انسانوں کو فیض رسانی کرتا ہے بغیر کسی معاوضے کے۔ سعدیؒ گلستان کے دوسرے باب کے آخر میں فرماتے ہیں کہ درویشی بظاہر پرانے کپڑے پہننا اور سر کے بال منڈوانا ہے جبکہ حقیقت میں درویشی دل زندہ و نفس مردہ ہے' درویشوں' یا صوفیوں کا طریقہ ذکر و شکر' خدمت و

Marfat.com

طاعت وایثار وقناعت وتوحید وتوکل وتسلیم وتحمل ہے جو یہ مذکورہ اوصاف رکھتا ہے حقیقت میں درویش یا صوفی ہے خواہ اس نے قباہی پہنی ہوئی ہو۔

صوفیہ کے طریقے مختلف ہیں کچھ زندگی بھر عبادت وریاضت' مجاہدہ ونفس کشی اور گوشہ نشینی میں گذار دیتے ہیں' کچھ خدمت خلق کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں اور کچھ تعلیم وتعلم کو اختیار کر لیتے ہیں' ہر جگہ صوفی صوفی ہی رہتا ہے خواہ خانقاہ میں ہو یا مدرسہ میں یا کسی محکمہ میں کہ اس کا مقصود قربت حق اور خدمت خلق ہوتا ہے' دل میں سچا اور باطن میں مخلص۔

تعرف میں ہے کہ کثرت سفر کی وجہ سے صوفیہ کا نام سیاح پڑ گیا۔ جنگلوں اور غاروں میں پناہ گزین ہونے کی وجہ سے ان کو شکفتی بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کی زبان میں غار اور کوہ کو شکفت کہتے ہیں۔ درحقیقت گوشہ نشینی صوفیہ کی ایک اہم روش ہے' اسی گوشہ نشینی سے خانقاہ وجود میں آئی یعنی وہ جگہ جہاں صوفیہ یکسوئی کے ساتھ عبادتِ حق کر سکیں۔ آہستہ آہستہ خانقاہ نے ایک ادارہ کی شکل اختیار کر لی جہاں ناداروں کے لیے کھانے کا انتظام بھی ہوتا تھا اور سالکین کے لیے تعلیم وتعلم کے اسباب بھی مہیا ہوتے تھے اور روحانی تربیت بھی کی جاتی تھی' روحانی مراحل کی تکمیل پر خرقہ بھی عنایت کیا جاتا تھا اور بعض خانقاہوں میں سماع کی مجالس بھی منعقد ہوتی تھیں۔ سماع مجالسِ صوفیہ کا ایک اہم پہلو ہے اور موسیقی یا ساز وسرود سے دلچسپی فطرتِ انسانی کا ایک خاصہ ہے' جب سے انسان نے سوچنا شروع کیا ہے اور شعور کی مختلف جہتوں سے آشنا ہوا ہے شعر وموسیقی' سرود ورقص' نقاش وپیکر تراشی سے رابطہ بھی پیدا کیا' اگرچہ یہ رابطہ ابتدا میں بہت ہی سادہ صورت میں تھا لیکن انسان کی کوشش تھی کہ وہ جذباتِ دلی کو موزوں صورت میں یعنی گا کر یا نقش وتصویر بنا کر یا خوشی کے جذبوں کو حرکاتِ بدن

Marfat.com

سے وجد ورقص کر کے پیش کرے۔ خاص طور پر گانے یا سماع کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ روحِ انسانی جو روحِ کل سے جدا ہو کر اس جہان میں آئی تو ''روحِ کل'' کے فراق میں نغمہ سرائی کرتی ہے، گویا بقول رومیؒ روح ''نے'' ہے یعنی بانسری کی طرح ہے جسے نیستان (روحِ کل) سے کاٹ کر لائے اور بانسری بنائی تو وہ بانسری اپنے کل یعنی نیستان کے فراق میں فریاد کرتی ہے جسے ہم نغمہ ''نے'' کہتے ہیں، یہی سماع کی بنیاد بھی ہے اور مثنوی کا یہ پہلا شعر اسی حقیقت کو پیش کرتا ہے:

بشنو از نی چون شکایت می کند   و ز جدائیها حکایت می کند

صوفیہ کا سماع بھی اسی حقیقت کا عکاس ہے۔ سماع اربابِ طریقت کے احوال میں سے ہے، صوفیہ کی نظر میں حال، جو رحمتِ الٰہی ہے اور مقام کے برعکس کوشش ومجاہدہ کے بجائے عنایتِ ربانی سے حاصل ہوتا ہے، کے حصول کا ایک ذریعہ سماع بھی ہے، سو سماع کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ جس طرح شریعت کے احکام استماع سے حاصل ہوتے ہیں اسی طرح حقائقِ طریقت کے حصول کا ایک ذریعہ سماع بھی ہے۔ سماع کو رقصِ روح بھی کہا جاتا ہے اور سفیرِ حق بھی جس کا مسکن دلِ صوفی ہے۔ سماع گوشِ بدن سے بھی سنا جاتا ہے اور گوشِ ہوش سے بھی، البتہ سماع اگر خواہشِ نفس سے سنا جائے تو سننے والے کو وبالِ معصیت میں مبتلا کر دیتا ہے اور اگر حرمت ومحبت سے سنا جائے تو بصیرت ومعرفت میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ سماع سننے والے کا دل جتنا صاف ہوگا اور اُس کی روح جتنی پاک ہوگی وہ اُتنا ہی زیادہ سماع سے فیض حاصل کر سکے گا، انسانیت اور انسان دوستی کے جذبے اُتنے ہی زیادہ اُس کے دل میں جاگیں گے۔

Marfat.com

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سماع مسلکِ تصوف کا اہم عنصر تو رہا ہے لیکن تصوف کا بنیادی عنصر نہیں سمجھا جاتا کیونکہ تصوف کا اصل مقصود بنیادی طور پر وحدتِ حق پر کامل ایمان رکھنے اور وحدتِ انسان یا انسانیت کو اپنے معاملات میں رہنما اصول بنانے کے لیے ریاضت و مجاہدہ کرنا ہے یعنی شریعت و طریقت کو اپنانا ہے' اسی لیے سماع بعض صوفیہ یا سالکین کے روحانی سفر میں زادِ سفر تو بنا ہے لیکن کبھی منزلِ مقصود نہیں بنا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صوفیہ سماع کو روح کی غذا سمجھتے ہیں تو بعض صوفیہ سماع کے خلاف ہیں اور بعض صوفیہ سماع کو صوفیاے کامل کے لیے غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ بہر حال سماع کا موضوع دلچسپ بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔ آئندہ صفحات میں سماع کے بارے میں تقریباً وہ تمام مطالب و مضامین بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ایرانی صوفیہ اور برصغیر کے صوفیہ کی تالیفات میں پائے جاتے ہیں تا کہ ''سماع و موسیقی تصوف میں'' سماع پر جامع کتاب ہو۔ اُمید ہے کہ اس کاوش کو قارئینِ کرام پسند فرمائیں گے۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْن

(قرآن' سورہ ۲۶' آیت ۸۴)

ظہیر احمد صدیقی

Marfat.com

Marfat.com

سماع وموسیقی تصوف میں

سماع (بفتح سین) اہل لغت کے مطابق مصدر ہے جس کے معنی سننے کے ہیں لیکن اصطلاح میں اچھی آواز' سرور' وجد وحال اور سرود ورقص کے بھی ہیں' اسے غنا بھی کہتے ہیں اور موسیقی بھی (دہخدا وغیاث اللغات)۔ سماع فتح سے یعنی زبر سے سننے کے معنوں میں ہے اور کسرہ سے یعنی زیر سے فارسی زبان میں سرود ونغمہ کے ہیں۔ (اسماعیل حاکی' سماع در تصوف' ص ۲)۔ سماع ایک کیفیت ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے دل پر وارد ہوتی ہے' دل کو احوالِ غیب بتاتی ہے اور عہد ازل (عہد "اَلَسْتُ بِرَبِّکُم") کی یاد دلاتی ہے (مناقب الصوفیہ' ص ۱۰۰)۔ صوفیہ سماع کو رقصِ روح بھی کہتے ہیں' وہ رقص جو انسان کی روح کو ھویّتِ حقیقت کی فضا میں پہنچا دیتی ہے۔ تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ جب سہل بن عبداللہ تستریؒ (وفات ۲۳۸ ہجری) سماع سنتے تو وہ وجد میں آ جاتے تھے اور کئی کئی روز تک اسی وجد کی کیفیت میں رہتے تھے' کھانا بالکل نہیں کھاتے تھے' اگر سردی ہوتی تو پھر بھی انہیں اتنا پسینہ آتا تھا کہ کپڑے تر ہو جاتے تھے۔

سماع دوست صوفیہ کہتے ہیں کہ سماع زندہ انسانوں کے لیے راحتِ جان ہے لیکن یہ بات اہلِ دل اور عشاق ہی سمجھتے ہیں:

سماع آرامِ جان زندگان است　　　کسی داند کہ اورا جانِ جان است

صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ منکرین حق کے مذہب میں سماع حرام ہے لیکن عاشقوں کے مذہب میں سماع حلال ہے:

Marfat.com

درمذہب منکران حرام است سماع درمذہب عاشقان حلال است سماع

حضرت احمد بن محمد الطّوسیؒ نے اپنی تالیف بوارق میں لفظ سماع کے اسرار و رموز یوں بیان کیے ہیں کہ سماع کا سین اور میم سم ہے یعنی سماع سم یا زہر ہے جو صوفی کو ماسوا اللہ سے لاتعلق کر کے غیبی مقامات پر پہنچا دیتا ہے۔ لفظ سماع کا میم اور عین درحقیقت مع ہے جو اشارہ کر رہا ہے لی مع اللہ وقۃ کا یعنی صوفی کو سماع سے قربتِ حق حاصل ہوتی ہے۔ سماع کا سین میم اور الف اشارہ ہے سما یعنی آسمان سے جس کا مطلب ہے کہ سماع صوفی کو آسمانی یا علوی بنا دیتا ہے اور سفلی اوصاف سے پاک کر دیتا ہے۔ سماع کا الف اور میم اشارہ ہے ام (ماں) سے جس کا مطلب ہے کہ صوفی ہر چیز کی ماں یعنی ہر چیز کی حقیقت ہے، سو وہ روحانیت سے بہرہ ور ہے یا ''ام'' سے مراد امّی (ناخواندہ) ہے یعنی صوفی ماسوا سے بے خبر ہے۔ (سماع در تصوف، ص ۱۷۰)

صوفیہ میں سماع کا آغاز تیسری صدی ہجری سے ہوا، سماع اسلام میں متنازعہ فیہ ہے۔ کچھ فقہا سماع کو حرام کہتے ہیں، کچھ بدعت سمجھتے ہیں اور کچھ جائز خیال کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گانا یا سماع حرام ہے، امام مالکؒ بھی سماع یا غنا کو حرام کہتے ہیں۔ امام احمد حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سماع یا غنا مطلقاً حرام نہیں شیعہ فقہ میں بھی کچھ فقہا سماع کو حرام سمجھتے ہیں اور کچھ فقہا چند شرائط کے ساتھ حلال کہتے ہیں (سماع در تصوف، ص ۴۵ و سیر عرفان در اسلام، ص ۳۱۸) ____ ابن جوزیؒ نے 'تلبیس ابلیس' میں صوفیہ کے وجد و سماع پر سخت تنقید کی ہے۔ ان کی نظر میں قرآن کی آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (سورہ ۳۱، آیت ۶) میں ''لھوالحدیث'' سے مراد غنا ہے۔ ابن جوزی نے غنا کو صدائے شیاطین کہا ہے اور اپنے نظریہ کے ثبوت

Marfat.com

میں بہت سی آیات اور احادیث پیش کی ہیں۔ (ابوالفرج ابن جوزی' تلبیس ابلیس ترجمہ علی رضا ذکاوتی' ص ص ۲۶۵-۱۳۴)

شیخ ابوالقاسم نصر آبادیؒ سماع سن رہے تھے۔ حضرت ابوعمرو نجیدؒ نے کہا کہ سماع کیوں سن رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ سماع سننا اس سے بہتر ہے کہ ہم بیٹھیں اور غیبت کریں اور غیبت سنیں۔ ابوعمروؒ نے فرمایا کہ سماع میں ایک غیر شرعی کام کرنا اس سے بُرا ہے کہ کوئی سو سال غیبت کرے (قاسم غنی' تاریخ تصوف در اسلام' جلد دوم' ص ۳۹۴)۔

حضرت ابوعلی احمد بن محمد رودباریؒ نے ایک روز فرمایا کہ میں سماع سے اس لیے چھٹکارا چاہتا ہوں کہ اس میں کثیر آفات مضمر ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو یہ کہے کہ مجھے سماع حلال ہے کیونکہ میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ سماع کی برائی مجھ پر بے اثر ہے؟ فرمایا بیشک وہ اس مقام پر پہنچ گیا ہے جسے دوزخ کہتے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیا' عوارف المعارف' سماع در تصوف)

قوالوں کی ایک جماعت نغمے گا رہی تھی شیخ ممشاد دینوریؒ وہاں سے گزرے سب خاموش ہو گئے' حضرت ممشادؒ نے فرمایا تم اپنا کام کیے جاؤ واللہ اگر دنیا کی تمام لہو ولعب کی باتیں میرے کانوں میں جمع ہو جائیں تو میں ایک لمحے کے لیے بھی اُن میں مشغول نہ ہوں گا۔ (رسالہ قشیریہ' ص ۶۱۶ و مصباح الہدایت)

ایک صوفی کا قول ہے کہ میری مثّی اُس خاموش سخت پتھر کی طرح ہے جس پر بات یا قول یا سماع کا اثر نہیں ہوتا یعنی جو مشاہدے میں دوام رکھتا ہو اور اُس کے حجاب کو وجود نہ ہو اُسے آواز یا سماع سے کوئی فایدہ نہیں ہوتا یا یوں کہیے کہ جس کی نظر میں معشوق موجود ہو وہ خط یا قاصد سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ سیف الدین باخرزیؒ

Marfat.com

فرماتے ہیں:

دلالہ اگرچہ خوب کردار بُوَد
در خلوتِ معشوق گران بار بُوَد

یعنی دلالہ اگرچہ کتنے ہی اچھے کردار کی مالک ہو خلوتِ معشوق میں گراں بار ہوتی ہے۔

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ کا قول ہے کہ سماع کے منکرین تین قسم کے لوگ ہیں: (۱) جاہل لوگ جو سنت و احادیث سے واقف نہیں، (۲) وہ لوگ جو اپنے اعمالِ نیک پر مغرور و متکبر ہیں، (۳) وہ لوگ جو ذوقِ سماع سے محروم ہیں۔ ورنہ حسنِ صوت (اچھی آواز) تو جانور کو بھی متاثر کرتی ہے، اونٹ حدی کے نغمے سن کر مست ہو جاتا ہے۔ (سیر الاولیا، ص ۵۳۲)

سماع ایک موزوں آواز ہے اور موزوں آواز حرام کیسے ہو سکتی ہے، البتہ یہ ہے کہ سماع علی الاطلاق یعنی کلی طور پر نہ حلال ہے اور نہ حرام ہے۔ (سیر الاولیا)

مجلس سماع میں حضرت نظام الدین اولیاؒ مزامیر و محرمات یعنی چنگ و رباب اور خواتین کے شریک ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اگر نماز کی جماعت میں عورتیں بھی شریک ہوں اور امام سے سہو ہو جائے تو وہ مقتدی جو مرد ہے وہ سبحان اللہ کہتا ہے اور عورت جو مقتدی ہو وہ سبحان اللہ نہیں کہتی بلکہ اپنے ہتھیلی کی پشت پر ہاتھ مارتی ہے، ہتھیلی پر ہاتھ نہیں مارتی کہ یہ لہو میں شمار ہوتا ہے۔ جب دستک دینے میں اتنی احتیاط لازم رکھی گئی ہے تو سماع میں مزامیر کو منع کرنا زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔
(سیر الاولیا، ص ۵۳۲)

Marfat.com

شیخ جمال الدین محدثؒ نے اپنے ایک رسالہ موسوم بہ ''امتناع'' میں اباحتِ سماع پر اظہارِ خیال کیا ہے جو مختصراً یوں ہے:

''وہ غنا یا گانا بجانا جو فواحش سے مبرّا ہو مسنون اور مباح ہے۔ شادی' ولیمہ' مسافر کا بعد مدت گھر واپس آنے' عقیقہ' ولادتِ فرزند' حفظِ قرآن سے فراغت کی تقاریب پر عباداللہ الصالحین (اللہ کے نیک بندوں) کے دلوں کو نرم کرنے کے لیے (سماع) مسنون اور مباح ہے۔ نیز شادی' ولیمہ' مسافر کا بعد مدت دراز گھر واپس آنے وغیرہ کے موقعوں پر یہ اباحت احادیثِ صحاح ستہ اور روایاتِ فقہ سے ثابت ہے۔ البتہ جس سماع کے ساتھ فواحش مقرون ہوں مثلاً وہ جہلا کی مجلس ہو اور لونڈے اور رنڈیاں وہاں موجود ہوں اور شراب کا دور وہاں چل رہا ہو تو ایسے سماع کا سُننا بالاتفاق حرام ہے لیکن وہ سماع جس میں اسباب فاخرہ و مباشرت نہ ہوں مباح و مسنون ہے۔ جو شخص اوّل الذکر قسم کے سماع کو جس کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سُنا ہے اور اس کی اجازت دی ہے حرام کہے یا اُس کے حرام ہونے پر مُصر ہو تو وہ شخص بلاشبہ گنہگار ہے''۔

''صحیح بخاری میں رُبیع بنت معوّذ بن عفرا سے روایت ہے کہ میری شادی ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور میرے قریب ہی بیٹھ گئے' اُس وقت چند چھوکریاں دف بجا کر کچھ گا رہی تھیں اور ہمارے باپ داداؤں کے مرثیے پڑھ رہی تھیں۔ یکا یک ایک چھوکری نے یہ مصرعہ کہہ دیا:

وَفِينَا نَبِيٌّ يَّعْلَمُ مَا فِي غَدٍ (یعنی ہم میں ایک ایسا پیمبر ہے جو کل کی بات کو جانتا ہے)

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ مت کہو اور جو گیت تم پہلے گا رہی تھیں وہی گاتی رہو''۔ (سید محمد ذوقی' سرِّ دلبراں' ص ۲۱۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں مسئلۂ سماع پر بحث کرتے ہوئے اُن اصحابؓ (صحابہؓ) اور تابعین کا ذکر کیا ہے جن کا سماع سُننا ثابت ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ اور ابو مسعود انصاریؓ اور سعید بن المسیبؓ اور سعید بن جُبیرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور معاویہ بن ابی سفیانؓ اور عمرو بن العاصؓ اور حسان بن ثابتؓ اُن اصحابؓ (صحابہؓ) اور تابعین میں سے ہیں جن کی بابت سماع کا سُننا مختلف مصنفین نے بیان کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کتاب ''ازالۃ الخفا'' میں مآثر فاروقیہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:

امیر المومنین حضرت عمرؓ کا گذر ایک شب ایک خیمہ سے ہوا جس میں سے یہ صدائے حزیں آئی:

علیٰ محمدِ صلوٰۃ الأبرار صلی علیه المصطفون الأخیارُ
قد کنت قواما أبکارا لأسحار یالیت شعری والمنا یا أطوار
بل یجمعنی وَ حبّی الدار

حضرت عمرؓ یہ مذکورہ بالا اشعار سن کر با آوازِ بلند روئے اور گانے والے سے ان اشعار کو مکرر سنا اور فرمایا کہ ان ابیات میں عمرؓ کا نام بھی اس طرح شامل کرلو:

وعمر فاغفرله یا غفار (سرِّ دلبراں' ص ص ۲۱۴-۲۱۳)

''مصباح الھدایت'' کے مصنف عزالدین کاشانیؒ فرماتے ہیں کہ سماع

Marfat.com

اگر چہ بدعت ہے لیکن سنت کے مخالف بھی نہیں پس قابل مذمت نہیں' اس میں فوائد بھی ہیں:

(۱) مجاہدہ' ریاضت و نفس کشی سے جو اہلِ ریاضت کے دل پر سستی یا ملال سا پیدا ہو جاتا ہے یا یأس و قبض کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے مشائخ صوفیہ اسے دور کرنے کے لیے سماع کی اجازت دے دیتے ہیں تا کہ سماع سے طبیعت کی سستی دور ہو جائے اور شدتِ شوق واپس آ جائے۔

(۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سیر و سلوک کے دوران بعض اوقات سالکین کے دل پر صفات نفس کا غلبہ ہو جاتا ہے یا حجابات پڑ جاتے ہیں جس سے احوال و کیفیات روحانی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں' سماع سے یہ حجابات دور ہو جاتے ہیں اور احوال کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

(۳) اہل سلوک کہ جن کا حال ابھی ابتدائی مقام میں ہے اور محبوب سے دور ہیں بعض وقت سماع سن کر ان کے روح کے کان کھل جاتے ہیں' خطاب عہد اول یعنی خطاب عہد الست سن لیتے ہیں اور قربت حق سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں اور یوں اس سماع کی کیفیت سے وہ مقامات و مراتب حاصل کر لیتے ہیں' جو سالہا سال کے مجاہدے اور ریاضت کے بعد بھی نہیں پا سکتے۔

اگر منکر سماع ان فوائد کا متوقع آفات سماع سے موازنہ کرے تو ہم یہ کہیں گے کہ ان متوقع آفات سماع کی وجہ سے سماع کا ترک کرنا لازم نہیں۔ نماز پڑھنا سب سے اچھا عمل ہے اور بعض کے لیے موجب فلاح ہے جیسا کہ فرمان حق ہے:

''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ'' (سورہ

Marfat.com

المومنون' آیات ۲-۱) اور بعض کے حق میں نماز افسوس کا سبب ہے جیسا کہ فرمان حق ہے:
''فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْن '' (سورہ الماعون (۱۰۷)' آیات ۵-۴) (یعنی اس نمازی کے لیے افسوس ہے جو اپنی نماز کے حوالے سے سہو و غفلت میں مبتلا ہے) لیکن اس احتمال سہو و غفلت کے باوجود جو افسوس کا موجب ہے ترکِ نماز جائز نہیں۔ (مصباح الھدایت و مفتاح الکفایت' ص ص ۱۸۸-۱۷۹)

نقشبندی سلسلے کے بزرگ سماع کے بالعموم خلاف ہیں' اس سلسلہ کے ایک بزرگ مرزا مظہر جان جاناںؒ فرماتے ہیں کہ حضرات چشتیہ کی نسبت شراب کے نشہ سے مشابہ ہے اور اُس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ شورِ نغمات سے لذت پاویں نہ کہ سکوت و خاموشی سے اور حضرات نقش بندیہ کی نسبت ربودگیٔ افیون کے مشابہ ہے' انہیں سکوت میں لُطف حاصل ہوتا ہے اور شور و ہنگامہ سے وہ بھاگتے ہیں۔ شرابیوں کو نمکین اور چٹ پٹی چیزوں سے رغبت اور شیرینی سے بے رغبتی ہوتی ہے۔ برعکس افیونیوں کے جنھیں شیرینی سے رغبت اور نمکین اور چٹ پٹی چیزوں سے بے رغبتی ہوتی ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ شرابی شیرینی کو اور افیونی چٹ پٹی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں بلکہ اپنی طبیعت کے میلان سے مجبور ہو کر ایک جانب عملاً مائل ہوتے ہیں اور دوسری جانب سے طبعاً گریز کرتے ہیں۔ یہ مقتضائے نسبت ہی ہے جو نقش بندیہ حضرات کو ذکرِ جہری سے مناسبت کم ہے اور اخفا کو ترجیح دیتے ہیں۔ بایں ہمہ ان حضرات کے نزدیک بھی ذکرِ جہری منع نہیں۔

متعدد نقش بندیہ بزرگوں نے سماع سنا ہے۔ مولانا جامیؒ بھی نقش بندی تھے۔ نظمِ یوسف زلیخا تصنیف فرماتے وقت جو کیفیات اُن پر گزرتی تھیں اُن کا ذکر تفصیلی

Marfat.com

طور پر کتابوں میں درج ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایسے حالات طاری ہو جاتے ہیں جن میں بجز سماع کے کوئی اور چیز میری معاون ثابت نہیں ہوتی۔ اشعارِ ذیل مولانا جامیؒ ہی کے قلم سے نکلے ہیں:

منعِ سماعِ نغمۂ و نَے میکند فقیہ — بے چارہ پَے نہ بُرد بہ سرِّ نفخت فیہ
مَے دہ ببانگِ نَے کہ ندارم بفرِّ عشق — پروائے ریشِ محتسب و سبلتِ فقیہ
واعظ بطعنِ بادہ پرستان زبان کشاد — یارب توئی پناہِ من از شرِّ آن سفیہ
تشبیہ میکنند رُخت راھمہ ولے — باا وبہ ہیچ وجہ نمی بلیمت شبیہ
جامیؔ حریمِ کوئے مغان کعبۂ صفاست — طوبیٰ لِساکنیہ و بُشریٰ لزائریہ

یعنی فقیہ نغمے اور نے کے سننے کو منع کرتا ہے' بے چارہ "نفخت فیہ" کی حقیقت کو نہ پا سکا' مجھے بانسری کی آواز پر شراب دے کہ عشق کے دبدبہ میں محتسب کی داڑھی اور فقیہ کی مونچھوں کی پروا نہیں کرتا۔ واعظ بادہ نوشوں کو بُرا بھلا کہنے کے لیے زبان کھولی ہے' اے اللہ اس بدتمیز کے شر سے تو ہی پناہ دینے والا ہے۔ تیرے چہرے کو سب ہی تشبیہ دیتے ہیں لیکن تیرے چہرے کے ہوتے ہوئے میں تیری کوئی مثال نہیں دیکھتا۔ اے جامیؔ کوئے مغاں کا حرم کعبۂ صفا ہے' وہاں کے رہنے والے بہت خوب لوگ ہیں' وہاں کے زائرین شاد و آباد رہیں۔ (سرِّ دلبراں' ص ص ۲۱۷-۲۱۶)

سید علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ سماع ایک کیفیت ہے جو بغیر اختیار کے شدت جذبات سے پیدا ہوتی ہے اور ایک آگ ہے جو سوزِ عشق اور محبتِ الٰہی کو تیز تر اور شعلہ ور بنا دیتی ہے۔ سماع درحقیقت عشق سے وابستہ ہے اور عشق میں منطقی دلیل نہیں چلتی۔

(احوال و آثار و اشعار میر سید علی ہمدانی' از ڈاکٹر محمد ریاض' مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان' چاپ دوم' ۱۹۹۱ء)

Marfat.com

ص ص ۱۶-۱۵)

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آوازیں دو قسم کی ہیں' ایک حسین' دوسری موزوں۔ بعض آوازیں حسین ہوتی ہیں لیکن وہ موزوں نہیں ہوتیں' بعض آوازیں موزوں ہوتی ہیں لیکن حسین نہیں ہوتیں اور سننے والے کو اچھی نہیں لگتیں۔ موزوں آوازیں اپنے مخارج کے اعتبار سے تین طرح کی ہیں: ایک وہ جو جمادات سے نکلیں جیسے بانسری' ڈھول اور ستار کی آواز' دوسری وہ جو انسان کے گلے سے نکلیں' تیسری وہ جو حیوان کے گلے سے برآمد ہوں جیسے بلبل اور قمریوں کی آواز۔ ان آوازوں کو سننا حرام نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اچھی بھی ہیں اور موزوں بھی۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ بلبلوں یا قمریوں کے چہچہے حرام ہیں' آوازیں سب یکساں ہیں خواہ انسان کے گلے سے نکلیں یا حیوان یا جمادات سے برآمد ہوں' یوں سماع جائز ہے بشرطیکہ وہ فسادِ قلب' بے شرمی اور فحاشی کا موجب نہ بنتا ہو۔ سو امام غزالیؒ کی نظر میں سماع جائز ہے لیکن (وہ فرماتے ہیں) اس کا مطلب یہ نہیں کہ سماع سب کے لیے جائز ہے' بیع جائز ہے' لیکن شراب بنانے والے کو انگور بیچنا حرام ہے' اگرچہ ہتھیار کی فروخت عام طور پر جائز ہے' لیکن ڈاکو کو ہتھیار بیچنا حرام ہے۔ سماع کے جائز ہونے کی بھی چند شرائط ہیں۔ سماع تین قسم کے لوگ سنتے ہیں۔ ایک وہ جو غفلت یا کھیل کے طور پر سنتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے سماع حرام نہیں۔ جس طرح پرندوں کی آواز سننا حرام نہیں۔ دوسرے وہ لوگ جن کے دل میں مخلوق کی محبت یا دوستی ہو اور وہ محبت یا دوستی حرام ہو تو ان کے لیے سماع بھی حرام ہے۔ تیسرے وہ لوگ جن کے دل میں جائز خوشی یا غم ہو' سماع ان کیلیے حلال ہے۔ شادی یا ولیمہ یا عید کے موقع پر یا کسی کے سفر سے آنے پر سماع کی محفل تشکیل دینا

Marfat.com

جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت رسول ﷺ جب مکہ سے مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ کی خواتین نے دف پر یہ اشعار آپ کے استقبال میں گائے تھے اور یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر اپنی خوشی اور محبت کے جذبات کا اظہار کیا تھا:

طَلَعَ البَدرُ عَلَینا مِن ثَنِیّاتِ الوِداعِ
وَجَبَ الشُّکرُ عَلَینا مادَعیٰ لِلّٰہِ داعِ
اَیُّھَا المَبعوث فینا جِئتَ بِالامرِ مطاعِ

ایسے ہی وہ لوگ جو اہل تصوف ہیں ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے' سماع ان لوگوں کے لیے عبادت ہے اور قربت حق کا سبب ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دو کنیزیں دف بجا رہی تھیں اور گانا گا رہی تھیں' رسول پاک ﷺ گھر میں تشریف لائے اور لیٹ گئے۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک دوسری جانب کر لیا' اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ آ گئے' انہوں نے ان لڑکیوں کو ملامت کی اور کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر اور یہ شیطانی کام! یہ سن کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر عید کا دن ہے انہیں تم کچھ نہ کہو۔ پس دف بجانا اور گانا گانا اس روایت کی روشنی میں جائز ہے۔ اسی طرح دوسری احادیث بھی سماع کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں۔ یوں ایک طرح سے اسلام بھی موسیقی کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے۔ حدیث میں ہے زینوا اصواتکم بالقرآن (قرآن پاک کے پڑھتے وقت اپنی آوازوں کو سنوارو)۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ زینو القرآن

Marfat.com

باصوات الحسن یعنی قرآن کو اچھی آوازوں سے خوشنما بناؤ۔ ایک اور حدیث میں ہے حسنو االقرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے خوشنما بنایا کرو کیونکہ اچھی آواز سے قرآن کی خوبی بڑھتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے ہر چیز کی ایک آرائش ہے اور قرآن کی آرائش اچھی آواز ہے۔ ان لکل شیء حلیة و حلیة القرآن الصوت الحسن
(اللمع۔ رسالۂ قشیریہ۔ کشف المحجوب۔ آداب المریدین، ص ۵۹۔ سماع نامہ ہای فارسی، ص ۷۸)

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ انصار خندق کھود رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے:

نحن الذی بایعوا محمداً　　علی الجهاد ما بقینا ابداً

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰھم لا عیش الا عیش لآخرہ　　فا کرَم الانصار و المھاجرہ

(رسالۂ قشیریہ، ص ۵۹۳)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب آیت "فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَھِیْدٍ" (سورہ النساء (۴)، آیت ۴۱) (یعنی قیامت میں اُن لوگوں کا حال کیا ہوگا جب ہم ہر اُمت کو گواہی کے لیے پیش کریں گے) پڑھی گئی تو آپ نے ایک نعرہ مارا اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، پس جب کوئی چیز اچھی لگے (بہت متاثر کرے) تو اُس وقت نعرہ مارنا کوئی عیب کی بات نہیں (مناقب الصوفیہ، ص ۱۰۲)____ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میری ایک عزیزہ کی شادی تھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا وہ لڑکی اپنے گھر چلی گئی یعنی رخصتی ہوگئی؟

Marfat.com

حضرت عائشہؓ نے فرمایا جی ہاں رخصتی ہوگئی اور اُس کو اُس کے سسرال بھیج دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کسی کو اُس لڑکی کے ساتھ بھیجا ہے جو وہاں جا کر سماع کرے (گانا گائے)' فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے نہیں بھیجی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر رخصتی کے وقت کوئی عورت دلھن کے ساتھ جاتی اور یہ کہتی:

اتینا کم اتینا کم فحیّانا وحیّاکم

تو بہتر ہوتا۔ (رسالہ قشیریہ' ص ۵۹۶)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ کچھ اہل حبشہ مسجد میں تماشا دکھا رہے تھے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی چادر میں چھپا لیا تا کہ میں تماشا دیکھوں۔ (عوارف المعارف' ص ۹۴)

ایک بار رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ جبریلؑ یہ آیت لے کر آئے:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (سورہ ۵' آیت ۸۳)

(یعنی جب وہ سنتے ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجا گیا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر دیکھتے ہیں' اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی شادمانی میں اپنے کندھے سے چادر اُتار کر وہاں پر موجود لوگوں کی طرف پھینک دی' مجلس میں موجود تمام صحابہؓ نے اُس کے

Marfat.com

ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا لے لیا۔

کعب بن زہیرؓ نے جاہلیت میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں چند شعر کہے تھے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت کعب بن زہیرؓ ایمان لے آئے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر حضرت کعب بن زہیرؓ کو عنایت فرمائی۔ اسی حوالے سے صوفیہ قوالوں کو خرقہ عطا کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت معاویہؓ نے حضرت کعب بن زہیرؓ سے کہا کہ میں تمہیں سو دینار دیتا ہوں یہ چادر مجھے دے دو' انہوں نے یہاں تک کہ دس ہزار دینار دینے کا کہا لیکن کعب بن زہیرؓ نے وہ چادر نہیں دی۔ کعب بن زہیرؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ نے کعب بن زہیرؓ کی اولاد سے یہ چادر بیس ہزار دینار کے بدلے لے لی تھی۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ اچھی آواز خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ آیت یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَایَشَآءُ (سورہ ۳۵' آیت ۱) کی تفسیر میں مفسرین نے زیادت سے مراد اچھی آواز لی ہے (رسالۂ قشیریہ' ص ۵۹۷)۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ کو حق تعالیٰ نے اچھی آواز دی تھی' جب آپ نغمات الاپتے تو جانور اور انسان جمع ہو جاتے تھے۔ حدی کی آواز سے اونٹ مست ہو جاتے ہیں۔ چھوٹے بچے ماں کی لوری سن کر رونا چھوڑ دیتے ہیں اور لوری کی لذت یوں محسوس کرتے ہیں کہ سو جاتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے جب کنویں میں ڈال دیا تو حق تعالیٰ نے اس کنویں میں ایک سانپ پیدا کر دیا جو سُریلی آواز میں تسبیح کرتا رہا جس کی لذت سے حضرت

Marfat.com

یوسفؑ کو کنویں کی وحشت اور تنہائی سے رہائی ملی۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰؑ کبھی وحشت محسوس کرتے تو ان کا عصا تسبیح پڑھتا تھا جس سے وہ وحشت دور ہو جاتی تھی (سماع در تصوف' ص ۹) (شاید وہ تنہائی کی وحشت دور کرنے کیلیے عصا کو یعنی لاٹھی کو زمین پر مارتے ہونگے جس سے تنہائی کی وحشت کم ہو جاتی ہو گی' واللہ اعلم)۔ صوفیہ کی نظر میں جو شخص سریلی آواز سے لطف اندوز نہیں ہوتا وہ مردہ دل ہے یا اس کے باطنی کان باطل ہو گئے ہیں' یہ آیات قرآنی: اِنَّکَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَاتُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (سورہ نمل (۲۷)' آیت ۸۰) (تم اپنی آواز مُردوں اور بہروں کو نہیں سنا سکتے) ___ اِنَّھُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْن (سورہ شعرا (۲۶)' آیت ۲۱۲) (کیونکہ وہ وحی سننے سے روک دیئے گئے ہیں) ایسے ہی لوگوں کے حال کو پیش کرتی ہیں (مصباح الہدایت' ص ۱۸۹)۔ حضرت امام شافعیؒ کسی جگہ سے گزر رہے تھے ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ آپ نے گانے کی آواز سنی' انہوں نے ساتھی سے پوچھا کہ اس نغمہ سے تم پر کچھ اثر ہوتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم حس باطنی سے محروم ہو (رسالۂ قشیریہ' ص ۵۹۷) ___ حضرت علیؓ نے ناقوس کی آواز سنی تو اپنے اصحاب سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ یہ ناقوس کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں' فرمایا یہ کہہ رہا ہے سبحان اللہ حقاً حقا ان المولیٰ صمد یبقی ___ حضرت ابو عثمان مغربیؒ نے ایک کنویں پر بڑے ڈول (چرخی) کے کھینچنے کی آواز سنی تو دوستوں سے کہا جانتے ہو کہ یہ ڈول کیا کہہ رہا ہے؟ دوستوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ ڈول کہہ رہا ہے "اللہ اللہ" (رسالۂ قشیریہ' ص ۶۱۶) ___ ایک بار حضرت شبلیؒ نے بغداد کے بازار میں ایک ککڑیاں بیچنے والے کی یہ آواز سنی "خیار دہ بدانگی" یعنی ایک پیسے میں دس خیار

Marfat.com

(خیار کے معنی ککڑی کے بھی ہیں اور نیک شخص کے بھی) شبلیؒ نے کہا جب دس خیار (دس اچھے آدمیوں) کی قیمت ایک پیسہ ہے تو اشرار کی کیا قیمت ہوگی؟ اور وہ وجد میں آگئے (رسالہ قشیریہ، ص ۶۱۷)____ شبلیؒ کئی دن ایک درخت کے نیچے ہو ہو کرتے رہے، لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کر رہے ہو؟ فرمایا درخت پر کوئل کوکو کر رہی ہے، میں اس کی موافقت میں ہو ہو کر رہا ہوں____ ایک روز حضرت مولانا رومؒ قونیہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک ترکی شخص لومڑی کی کھال بیچ رہا تھا اور آواز لگا رہا تھا دلکو دلکو (دلکو اور تولکی قدیم ترکی زبان میں لومڑی کو کہتے ہیں) مولانا نے یہ سن کر نعرہ مارا اور رقص میں آگئے اور ''دل کو دل کو'' یعنی دل کہاں ہے؟ دل کہاں ہے؟ کہتے رہے اور یہ غزل گانے لگے:

دل کو؟ دل کو؟ از کجا؟ عاشق و دل! زر کو؟ زر کو؟ زر از کجا؟ مفلس و زر!

(ابوالقاسم تفضلی، مولانا وسماع، مجلہ قند پارسی، شمارہ ۳۸، سال ۱۳۸۶ش، ص ۱۶۲)

صوفیائے کرام جو سماع اور رقص کو جائز سمجھتے ہیں وہ اس کا جواز قرآن و حدیث سے یوں بھی پیش کرتے ہیں کہ صور اسرافیل بھی باجے کے ساتھ ایک نغمہ ہوگا جسے سن کر لوگ جان دیدیں گے اور دوسرا صور اس قدر روح افزاء اور جان پرور ہوگا کہ تمام مردے رقص کرتے ہوئے قبروں سے نکل آئیں گے۔ جنت میں بھی موسیقی ہوگی، فرشتے سریلی آواز میں کہتے ہونگے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (سورہ ۳۹، آیت ۷۳) بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت: الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ (سورہ ۳۰، آیت ۱۵) (یعنی جنہوں نے ایمان لا کر اچھے کام کیے وہ (جنت کے) باغ میں مسرور و شادمان ہوں گے) میں یحبرون سے مراد سماع ہے____ اور آیت ''فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ

Marfat.com

اَلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه'' (الزمر(۳۹)۔ آیت ۱۸-۱۷) میں سماع کو ایک قسم کے اتباع احسن سے تعبیر کیا ہے۔ حدیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے ان من الشعر لحکمة' ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسن صوت عطا کی ہے۔ یہ آیت اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ (سورہ ۳۱' آیت ۱۹) (یعنی سب سے مکروہ آواز گدھے کی ہے) بھی بتاتی ہے کہ خدا کو اچھی آواز پسند ہے اور بری آواز ناپسند ہے ___ بقول حضرت عبداللہ انصاریؒ بہشت میں عارفین کے لیے تین چیزیں ہوں گی' سماع وشراب ودیدار۔ سماع کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا''فَهُمْ فِىْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ (سورہ ۳۰' آیت ۱۵) اور شراب کے بارے میں فرمایا وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوْرًا (سورہ ۷۶' آیت ۲۱) دیدار کے لیے فرمایا کہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (سورہ ۷۵' آیات ۲۲و۲۳)۔ سماع کانوں کے لیے شراب ہونٹوں کے لیے اور دیدار آنکھوں کے لیے ہے۔ سماع اہل وجد کے لیے' شراب عاشقوں کے لیے اور دیدار محبت کرنے والوں کے لیے ہے۔ سماع سے طرب بڑھتی ہے' شراب سے زبان کھلتی ہے اور دیدار حق انسانی صفت کو ختم کر دیتا ہے یعنی عارف کو فنا فی اللہ کے مقام پر فائز کرتا ہے ___ صوفیہ کہتے ہیں کہ سماع کی اصل خطاب تکوین کی لذت سے ہے کہ لفظ کن سے روح کو مستی حاصل ہوئی جو سماع کا موجب ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ سب سے پہلی مستی روح انسانی پر اَلَسْتُ بِرَبِّكُم (سورہ ۷' آیت ۱۷۲) کے دلکش نغمہ کو سن کر طاری ہوئی تھی اور سب سے آخری مستی نفخ صور ہوگی جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے (سماع در تصوف) ___ حضرت جنیدؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ سریلی آواز کو سن کر کیوں ایک باوقار اور سنجیدہ آدمی بھی متاثر ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ عہد ازل اور میثاق اول میں حق تعالیٰ نے مخلوقات کو اَلَسْتُ بِرَبِّكُم کے خطاب سے

Marfat.com

سرفراز فرمایا تھا۔اس خطاب کی حلاوت وشیرینی ارواح میں ہے‘اس لیے جب بھی کوئی سریلی آواز سنتے ہیں تو وہ خطاب یاد آ جاتا ہےاور دل متاثر ہو جاتے ہیں۔

حضرت خواصؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ قوالی سن کر حرکت میں آ جاتے ہیں اور وجد کرتے ہیں لیکن قرآن سن کر حرکت میں نہیں آتے اور وجد بھی نہیں کرتے؟ آپؒ نے فرمایا کہ قرآن کا سننا دل پر اس طرح غلبہ پالیتا ہے کہ اُس کے غلبے سے اور خوف سے حرکت یا وجد نہیں ہوسکتا اور قوالی سنتے وقت روح کوشادمانی ہوتی ہے سو لوگ اُس کو سن کر حرکت بھی کرتے ہیں اور وجد میں بھی آجاتے ہیں۔(رسالہ قشیریہ‘ص ۶۰۸)

سماع ہی کے حوالے سے صوفیہ کہتے ہیں کہ آگ‘ مٹی‘ پانی اور ہوا سب عبادت الٰہی میں مصروف ہیں‘ آگ قیام میں ہے‘پانی سجدے میں ہے‘ مٹی مدہوش و صاحب سکر صوفی کی طرح ساکن ہے‘حیرت ومحویت میں ہے‘ کبھی کبھی وجد میں آجاتی ہے جب زلزلہ آتا ہےاور ہوا ہمیشہ رقص و وجد میں ہے ـــــ یوں گویا ساری کائنات حمدِ حق کی تسبیح میں مصروف ہے‘ صرف اہلِ عرفان اور اہل حق دیدۂ باطن سے دیکھتے ہیں اور باطنی گوش (کان) سے سنتے ہیں‘ یوں صوفیہ کی نظر میں زبان حال سے ہر شے حمدِ خدا کے نغمے الاپ رہی ہے اگر گوش شنوا ہو۔ بعض اہل دل کی نظر میں تو چنگ وساز کی آواز میں تسبیح پڑھنے کا ایک رنگ پایا جاتا ہے‘بقول ایک شاعر کے یہ چنگ وعود تو انت حسبی‘ انت کافی یاودود کا وِرد کرتے ہیں:

چیست میدانی صدائے چنگ وعود ــــــ انت حسبی‘ انت کافی یاودود

یعنی کیا تم جانتے ہو کہ چنگ وعود کے ساز یا باجے کیا کہہ رہے ہیں‘ وہ درحقیقت ’’انت

Marfat.com

حسبی'' اور ''انت کافی یاودود'' کی تسبیح پڑھ رہے ہیں ____ ایران کے مشہور فلسفی شاعر ملا ہادی سبزواری جن کا تخلص اسؔرار ہے فرماتے ہیں:

موسیٰ نیست کہ دعوی انا الحق شنود ورنہ این زمزمہ اندر شجری نیست کہ نیست
گوش اسرار شنو نیست وگرنہ اسرار برش از عالم معنی خبری نیست کہ نیست

(مقدمہ مقابیس المجالس، ص ۱۹۰۔ تاریخ تصوف در اسلام)

یعنی کوئی موسیٰ (علیہ السلام) نہیں ہے جو انا الحق کا دعویٰ سنے ورنہ کوئی درخت ایسا نہیں جس میں یہ زمزمہ انا الحق نہیں ہے، اسرار سننے والے کان نہیں وگرنہ اے اسرار! دنیائے معانی کی کوئی خبر ایسی نہیں ہے جو اس کے پاس نہ ہو۔

کچھ لوگوں پر سماع میں حال غالب آجاتا ہے اور کچھ لوگ سماع میں مغلوب نہیں ہوتے، کمال اسی میں ہے کہ صوفی سماع میں مغلوب نہ ہو۔ کچھ لوگ سماع میں اپنے سے اس طرح بے خبر ہو جاتے ہیں کہ اگر اُن کے پاؤں میں لوہے کی میخ چبھائی جائے اُن کو خبر نہیں ہوتی اور کچھ لوگ سماع میں خدا کے ساتھ اس طرح موجود ہوتے ہیں کہ اگر پھول کی پتی بھی اُن کے پاؤں کے نیچے ہو تو وہ جان لیتے ہیں، یہ مرتبہ کاملین کا ہے۔

شیخ بدرالدین غزنویؒ نے شیخ شیوخ العالم یعنی فریدالدین گنج شکرؒ سے سوال کیا کہ اہل سماع کی بیہوشی کہاں سے ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ بیہوشی الست بربکم سے ہے، جب یہ ندا سنی تھی تو ساری خلقت بیہوش ہو گئی تھی، اُسی زمانے سے یہ بیہوشی اہل سماع میں پوشیدہ ہے، وہ جب سماع سنتے ہیں تو بیہوشی اُن پر اثر کر جاتی ہے اور حرکت اُن میں ظاہر ہو جاتی ہے یعنی وہ وجد میں آجاتے ہیں۔ (سیر الاولیا ۵۱۰-۵۰۸)

Marfat.com

صوفیہ سماع میں وجد وحال کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں اور اس کیفیت میں اپنے کپڑے یا خرقہ کو پھاڑ ڈالتے ہیں جسے تمزیق خرقہ کہتے ہیں اور پھٹے ہوئے خرقہ کو خرقہ ممزقہ کہا جاتا ہے اور یہ پھٹا ہوا خرقہ قوال کو دے دیتے ہیں یا سی لیتے ہیں یا کسی درویش کو دے دیتے ہیں یا اس کے ٹکڑے تبرک کے طور پر تقسیم کر دیتے ہیں۔

خرقہ وسماع:

خرقہ وہ لباس ہے جو شیخ اپنے مرید کو اپنے سلسلہ میں داخل کرتے وقت یا کبھی سلوک کے مراحل کی تکمیل کے بعد عطا کرتے ہیں اور یہ عطائے خرقہ ان احادیث کے مطابق ہوتا ہے:

حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو امیر لشکر بناتے وقت عمامہ دیا تھا' کعب ابن زہیرؓ کو چادر مبارک عطا کی تھی' حضرت ام خالدؓ کو گلیم سیاہ دیا تھا۔ (سرِ دلبران' ص ۱۵۴)

لفظ خرقہ کی اصل الخرق ہے جس کے معنی پھاڑ ڈالنے کے ہیں۔ یہ الخلق کی ضد ہے جس کے معنی کسی چیز کو خوش اسلوبی سے بنانے کے ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ سورۂ بنی اسرائیل میں آیا ہے اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ (سورہ ۱۷ آیت ۳۷) یہاں پر پھاڑ ڈالنے کے معنوں میں ہے' سورۂ کہف میں کشتی میں سوراخ کر دینے کے لیے خَرَقَھَا (سورہ ۱۸ آیت ۷۱) آیا اور سورۂ انعام میں جھوٹ تراشنے کے معنوں میں آیا ہے وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ (سورہ ۶' آیت ۱۰۰) (پرویز' لغات القرآن' ص ۵۸۹) ____ خرقہ کے معنی ٹکڑے کے ہیں یا وہ لباس جو مختلف ٹکڑوں کو جوڑ کر بنا ہوا ہو۔ خرقہ کی جمع خِرَق ہے۔

Marfat.com

حسین واعظ کاشفیؒ نے فتوت نامۂ سلطانی میں لکھا ہے کہ خرقہ دراصل عُرق سے ماخوذ ہے جسکے معنی بیابان وسیع کے ہیں یعنی صاحب خرقہ صحرائے عشق وعرفان میں سر کے بل چلتا ہے اور منازلِ حقیقت ومعرفت طے کرتا ہے' انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ خرقہ کی اصل خرِق بھی ہے جسکے معنی مرد بزرگوار کے ہیں (حسین واعظ کاشفی' فتوت نامۂ سلطانی' ص ۱۵۱)۔ تصوف میں خرقہ اس لباس کو کہتے ہیں جو عبا کی طرح کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے اور عام طور پر مختلف کپڑوں کے رنگدار پیوندوں سے بنایا جاتا ہے۔ عبا اور قبا میں یہ فرق ہے کہ عبا درویشوں کی گدڑی کو اور قبا شاہانہ لباس کو کہتے ہیں۔ حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ جب حضرت ابو حفص حدّادؒ سے ملنے نیشاپور آئے تو قبا پہنے ہوئے تھے' حضرت ابو حفص حدادؒ نے اُن کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ وجدت فی القبا ماطلبت فی العبا. یعنی جسے میں عبا یا گدڑی میں پانا چاہتا تھا اسے میں نے قبا میں پایا۔ دلق' مرقع یا مرقعہ' ملمع پشمین' پشمینہ جبہ یا عبا کے الفاظ بھی خرقہ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں' خرقہ پہنانے والے پیر کو پیر خرقہ کہتے ہیں (سجادی' مقدمہ ای بر مبانی عرفان وتصوف' ص ۲۵۱)۔ ملا حسین واعظ کاشفیؒ نے فتوت نامۂ سلطانی میں خرقہ کی ساخت کے حوالے سے بھی چودہ قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) خرقۂ ھزار بخیہ یعنی وہ خرقہ جس میں ھزاروں بخیے ہوں' خرقہ پر ھزار بخیے دراصل علم کے ھزار ابواب کی علامت ہیں۔ یعنی صاحب خرقہ صاحب ھزار علوم ہے' اسے خرقۂ ھزار میخی بھی کہا جاتا ہے۔ (۲) خرقۂ چہار چاک یعنی چار چاک والا خرقہ جس سے مراد خرقۂ ملامت ہے (۳) خرقۂ دو چاک جس سے مراد ہے کہ صوفی نے دونوں جہاں کو ٹھوکر مار کر اللہ کو اپنا لیا ہے (۴) خرقۂ یلک جو بہت چھوٹا ہوتا ہے' یہ خرقہ حضرت ایوبؑ کی نشانی ہے اور

Marfat.com

مصائب پر صبر کرنے کی علامت ہے (۵) خرقۂ علم دار' اس سے مراد ہے کہ صوفی نے محبتِ حق کا علم (جھنڈا) بلند کیا ہوا ہے۔ (۶) خرقۂ کرسی دار جس سے مراد ہے کہ صوفی صاحبِ اسرارِ عرش وکرسی ہے۔ (۷) خرقہ فراویز یا خرقۂ حاشیہ یا خرقۂ سنجاف دار جس سے مراد ہے کہ صوفی کا ظاہر و باطن ایک ہے۔ (۸) خرقۂ آستین شگافتہ جس سے مراد ہے کہ صوفی نے دنیا سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ (۹) خرقۂ شوشہ یعنی وہ خرقہ جس میں پھندنے لٹک رہے ہوں' جس سے مراد دیوانگی عشق خداوندی ہے۔ (۱۰) خرقۂ قاسمی وہ خرقہ ہے جس کا سامنے کا گریبان چاک ہو یعنی دنیا سے تعلق قطع کرلیا ہے۔ (۱۱) خرقۂ قریشی وہ ہے جس پر بہت سے بخیے تہ بہ تہ لگے ہوئے ہوں۔ اس سے مراد ہے کہ صاحب خرقہ نے ظاہر سے منہ موڑ کر باطن کو اپنا لیا ہے اور حقیقت کا ادراک حاصل کرلیا ہے۔ (۱۲) خرقۂ سلیم آدم علیہ السلام کی نشانی ہے اس سے مراد ہے کہ صاحب خرقہ بچّے کی طرح معصوم ہے۔ (۱۳) خرقۂ مفتولی جورسی کے فتیلہ سے بندھا ہوا ہوتا ہے۔ یعنی صاحب خرقہ فتیلۂ شمع کی طرح عشق کی آگ میں جل چکا ہے۔ (۱۴) خرقۂ کپنک۔ کپنک کی اصل کفنک ہے۔ یعنی چھوٹا کفن۔ جس سے مراد ہے صاحب خرقۂ کپنک موت اختیاری سے مرچکا ہے اور حیات ابدی سے بہرہ ور ہے ___ خستوانہ (خرقۂ ملمع)' رنگ (مختلف رنگوں کے کپڑوں سے بنائی ہوئی گدڑی)' شملہ (چادر)' فرجی یا فرجیۂ فوطۂ لام یا لامِ الفی (گدڑی)' لباچہ (صدری)' نمدٗ تنورہ (لنگی) جولق یا جوالق یا جوال وغیرہ بھی خرقہ کی اقسام ہیں۔

(فتوت نامۂ سلطانی' ص ص ۱۸۲-۱۸۱' علی محمد سجادی' خرقہ وخرقہ پوشی' ص ص ۱۴۸-۱۱۱)

خرقہ کے آغاز کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ

Marfat.com

خرقہ خدا کی عطا ہے جو سب سے پہلے حضرت آدمؑ کو ملا۔ (انیس العاشقین ص ۵۳۳) (شاید یہ مراد ہو کہ سب سے پہلا خرقہ وہ تھا جو حضرت آدمؑ نے ممنوعہ درخت کھانے کے بعد درختوں کے پتوں سے اپنی ستر پوشی کی تھی)۔ تذکرۂ گیسو دراز میں ہے کہ ایک مرتبہ مولانا محمد شیخ سعیدؒ کے فرزند نے پوچھا کہ جبرائیل امین علیہ السلام سے متعلق جو روایت ہے کہ انہوں نے حضرت رسول پاک ﷺ کو خرقہ پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیب تن کرنے کے بعد حضرت علیؓ کو مرحمت فرمایا' کیا اس کی کوئی اصلیت ہے؟ اس کے جواب میں بندہ نوازؒ نے فرمایا کہ کوئی حدیث تو اس مضمون کی نہیں ملی البتہ کتب سلوک میں مرقوم ہے کہ شب معراج میں رسول اکرم ﷺ نے بہشت کے ایک زِرّین مقفل کمرے کو ملاحظہ کر کے فرمایا کہ ہم اس کا بھی معائنہ کریں گے۔ جبرائیل امینؑ نے وہ زرین کمرہ کھولا' اس کمرے میں ایک زرین صندوق تھا' جس میں سے ایک اور سنہرا مقفل صندوق نکلا' اس میں سے ایک خرقہ نکالا اور حضرت رسول ﷺ کی خدمت پیش میں کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول ﷺ اب تک ہزار ہا پیغمبر ہوئے لیکن یہ خرقہ کسی کو نہیں ملا' یہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ خرقہ اسی وقت زیب تن فرمایا۔ معراج سے واپس تشریف لانے کے بعد ایک دن چاروں صحابہؓ کو جمع کر کے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا اگر میں یہ خرقہ تمھیں دوں تو تم کیا کرو گے؟ جواب دیا صدق وصداقت اختیار کرونگا' پھر عمر فاروقؓ سے یہی سوال فرمایا انہوں نے جواباً کہا عدل وانصاف کرونگا' پھر عثمان غنیؓ سے یہی دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا شرم وحیا کو اپناؤں گا' پھر حضرت علی مرتضیٰؓ سے یہ سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا

Marfat.com

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کی عیب پوشی کروں گا- چنانچہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یہ خرقہ عنایت کرکے فرمایا پہنوتم اس کے لیے ہو اور یہ تمہارے لیے ہے۔ (تذکرۂ گیسودراز' ص ص ۹۹-۹۸)

مناقب العارفین میں شمس الدین احمد الافلاکیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت مولانا رومؒ کا ارشاد ہے کہ حضرت شیثؑ نے خرقہ پوشی کا آغاز کیا تھا پھر خرقہ پوشی حضرت موسیٰ علیہ السلام تک آئی اوراس کے بعد یہ روایت حضرت صدیق اکبرؓ تک پہنچی۔

انیس العاشقین میں مولانا مانک پوری لکھتے ہیں کہ ایک روز مشائخِ کبار بغداد کی ایک مسجد میں جمع تھے۔خرقہ اور مقراض کے بارے میں گفتگو ہورہی تھی کہ مقراض کہاں سے آئی اور خرقہ کس کی ایجاد ہے؟اس بارے میں کوئی بھی عالمِ زمانہ کچھ نہ کہہ سکا۔حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے فرمایا کہ خرقہ پہننا اور پہنانا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع کیا اور قینچی چلانا بھی انہی سے مروی ہے کہ اتنے میں ہاتف کی آواز آئی کہ خرقہ سنت اللہ تعالیٰ ہے اور مقراض حضرت شیث علیہ السلام کی سنت ہے۔حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ محققین کی یہ رائے ہے کہ خرقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور قینچی حضرت جبرائیلؑ کی طرف سے' انہوں نے قینچی چلانا حضرت شیثؑ کو سکھایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خرقہ عطا فرمایا' اسی لیے آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کہتے ہیں کہ آپ نے عالم بالا میں مذہب تصوف اختیار کیا تھا (انیس العاشقین' ص ص ۶-۳)۔بقول حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ خرقہ پوشی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔اس سلسلے میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کچھ کپڑے پیش کیے گئے' اس میں ایک چھوٹی سی کالی کملی بھی تھی'

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کملی کو کون پہنے گا'؟ یہ سن کر حاضرین خاموش ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام خالدؓ کو اپنے دست مبارک سے وہ کملی پہنائی اور دو بار فرمایا' اس کو پہنو اور پرانا کرو۔ عوارف المعارف میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو آپ کے بدن سے تمام کپڑے اُتار لیے گئے اور آپ کو برہنہ آتش نمرود میں ڈالا گیا' اس وقت حضرت جبرائیلؑ ان کے لیے جنت سے ایک ریشم کا لباس لے کر آئے اور ان کو پہنایا۔ مدتوں یہ ریشم کا لباس حضرت ابراہیمؑ کے پاس رہا پھر ان سے حضرت اسحاقؑ کو اور حضرت اسحاقؑ سے حضرت یعقوبؑ کو پہنچا۔ حضرت یعقوبؑ نے اس قمیص کو ایک تعویذ میں رکھ کر حضرت یوسفؑ کے گلے میں ڈال دیا جب حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے برہنہ کر کے کنوئیں میں ڈال دیا تو حضرت جبرائیلؑ انکے پاس آئے اور آپ کے تعویذ سے قمیص ابراہیمی نکال کر حضرت یوسفؑ کو پہنائی (عوارف المعارف' ص ص ۴۵۔۴۴)۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ خرقہ' معراجیہ کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں کہ خرقہ' معراجیہ ایک باطنی چیز ہے اور راز مخفی ہے۔ کپڑے اور اشیائے مخصوصہ میں سے نہیں ہے۔ حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ سے ایک فقیر نے خرقہ کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کی حقیقت و اصلیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خرقہ وہ عنایت کردہ لباس ہے کہ جس سے عیوب چھپ جاتے ہیں'۔ خرقہ پوش کو چاہیے کہ اپنے پیر و مرشد کے عطا کیے ہوئے خرقے کی لاج رکھ کر کسی قسم کا کوئی برا کام نہ کرے اور یقین کرے کہ جس طرح مردے کو کفن دیا جاتا ہے اسی طرح پیر و مرشد نے زندگی میں یہ کفن دیا ہے۔ اس خرقے کو گناہوں سے میلا اور خراب و خستہ نہ کرے۔ (مقابیس المجالس' ص ص ۳۵۷۔۳۵۴)

Marfat.com

امداد السلوک میں ہے کہ جب مرید توبہ کے مقام کو صحیح کر لے، ورع اور تقویٰ کے مقام میں قدم مضبوطی سے جمالے اور زہد کے مقام میں قدم رکھ کے اپنے نفس کو ریاضت و مجاہدے سے مؤدّب کر چکے تو اس کو خرقہ پہننا جائز ہوتا ہے، لیکن خرقے کے ادب کی نگہداشت رکھنی بھی لازمی ہے انسان نام ہے ظاہر و باطن کے مجموعے کا اور ان میں سے ہر ایک کا لباس جدا ہے، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تقویٰ بہتر لباس ہے (وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ) (سورہ ۷، آیت ۲۶) مختصراً یہ کہ ظاہر انسان یعنی بدن کا لباس تو وہ ہے، جس کی شریعت نے اجازت دے رکھی ہے اور جو کچھ حق تعالیٰ نے اسے میسر فرمایا، چنانچہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بیش قیمت بڑی آستین کا جبہ پہنتے تھے اور کبھی تنگ آستین کا اور کبھی بیش قیمت قمیص اور چادر پہنتے اور کبھی کھردرا اور موٹا لباس پہنتے تھے۔ باطن انسان میں چند چیزیں داخل ہیں: ایک نفس ہے جس کا لباس شریعت ہے یعنی حرام و حلال میں شریعت کا تابع رہے، ایک قلب ہے اس کا لباس طریقت ہے، ایک سِرّ ہے اس کا لباس حقیقت ہے، ایک روح ہے اس کا لباس عبودیت ہے، ایک خفی ہے اس کا لباس محبوبیت ہے۔ (ارشاد الملوک، ترجمۂ امداد السلوک، ص ص ۱۵۲-۱۵۱)

شمس الدین تبریزیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں خرقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا، یہ وہ خرقہ نہیں جو چند روز کے بعد پھٹ جاتا ہے اور پرانا ہو جاتا ہے بلکہ یہ خرقۂ محبت ہے جو انسان کی فہم سے بالا ہے، جس میں ماضی، حال اور مستقبل نہیں، ویسے بھی عشق کو ماضی، حال اور مستقبل سے کیا واسطہ؟ (مقالات شمس تبریزی، ص ۴۱)

حضرت علی ہجویریؒ صاحب کشف المحجوب کے مطابق خرقہ پوشی اہل تصوف

Marfat.com

کا شعار ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ لباس صوف پہنتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ کپڑا اردنہ کرو جب تک کہ اس پر پیوند نہ لگ چکے ہوں۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس خرقہ تھا جس میں تیس پیوند لگے ہوئے تھے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر یاران بدر کو دیکھا کہ خرقہ پہنتے تھے۔ تمام اکابر صوفیہ حضرت مالک دینارؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ خرقہ پوش تھے۔ ایک روز حضرت ابراہیم ادہمؒ امام ابوحنیفہؒ کے پاس پیوند دار خرقۂ صوف پہن کر آئے۔ اہل محفل نے حقارت اور بے قدری کی نظر سے دیکھا، امام اعظمؒ نے فرمایا یہ ہمارا سردار ابراہیم ادہمؒ ہے، حاضرین نے کہا آپ کبھی مذاق نہیں کرتے، ابراہیمؒ کو سرداری کس طرح ملی؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا "مستقل بندگی سے، وہ ہمیشہ بندگی حق میں مصروف رہا اور ہم بندگی نفس میں، یہاں تک کہ وہ ہمارا سردار ہو گیا"۔ (کشف المحجوب، باب چہارم)

معنوی طور پر تصوف میں خرقے کی کئی اقسام ہیں: (۱) ایک خرقہ وہ ہے جو پیر کسی کو مرید بناتے وقت عام کپڑے اتروا کے موٹے اور سادہ کپڑے پہناتا ہے، یہ اس بات کی نشانی ہوتی ہے کہ مرید نے تعلقات دنیاوی کو ترک کر کے ریاضت و مشقت کو قبول کر لیا ہے (۲) دوسرا خرقۂ تبرک ہے (۳) اور تیسرا خرقۂ ارادت ہے۔ خرقۂ تبرک سالک یا صوفی کسی بھی شیخ یا بزرگ سے بطور تبرک حاصل کرتا ہے اور یہ ایک سے زیادہ بزرگوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ خرقۂ ارادت صرف ایک ہی پیر سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور یہ عام طور پر تصوف کے مراحل کی تکمیل کے بعد پیر اپنے

Marfat.com

مرید کو عطا کرتا ہے۔ خرقۂ ارادت کی ایک قسم خرقۂ جانشینی یا خرقۂ ولایت بھی ہے جو اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ پیر کی وفات کے بعد مرید اس خرقۂ ارادت کو پہن کر پیر کی جگہ مسند ہدایت پر اور سجادۂ ولایت پر بیٹھے گا۔ خرقۂ ارادت مرید حقیقی کے اور خرقۂ تبرّک مرید غیر حقیقی کے لیے مخصوص ہوتا ہے، جسے خرقۂ تبرّک عطا کیا جاتا ہے، وہ حقیقت میں مرید نہیں ہوتا، بلکہ صرف معتقد ہوتا ہے اور شیخ کے مریدوں جیسا بننا چاہتا ہے۔ شیخ اپنے مرید کو اس کی باطنی کیفیات کے مطابق خرقہ پہناتا ہے اور اپنی بصیرت کے مطابق اپنے مرید کے باطن کی نگرانی کرتا ہے چنانچہ اگر مرید زاہدوں کی طرح موٹا اور کھردرا لباس پہننا شروع کر دیتا ہے اور ابھی وہ اس کا اہل نہیں ہوا تو گویا اس کے نفس میں یہ خواہش پوشیدہ ہے کہ لوگ ایسا لباس پہننے سے اسے زاہد سمجھیں گے، شیخ اس کے باطن سے خبردار ہو کر اس کو نرم و لطیف لباس پہناتا ہے، اگر مرید کی خواہش نرم کپڑے پہننے کی ہو یا کسی خاص وضع قطع کے لباس پہننے کی ہو تو شیخ اس کی خواہش کو مٹانے کے لیے اس کے خلاف لباس پہناتا ہے، مختصر یہ کہ شیخ ہمیشہ اپنے مرید کو ایسا لباس پہناتا ہے جس سے اس کی جھوٹی خواہش نفسانی کو شکست ہو۔ طرایق الحقایق میں ابن عربیؒ کا قول نقل ہوا ہے کہ خرقہ پہننا موت اخضر ہے۔ نیز حاتم اصم کہتے ہیں کہ جو شخص تصوف کی روش اختیار کرتا ہے اسے چار موتیں اختیار کرنا پڑتی ہیں۔ (۱) موت ابیض (سفید موت) یعنی بھوکا رہنا، (۲) موت اسود (کالی موت) یعنی لوگوں کی دی ہوئی تکالیف پر صبر کرنا (مخلوق کی ایذا رسانی پر صبر کرنا)، (۳) موت احمر (سرخ موت) جو مخالفتِ نفس ہے۔ موت اخضر (سبز موت) چھوٹے چھوٹے ٹکروں سے خرقہ سی کر پہننا ___ خرقہ پہننے اور خرقہ پہنانے والے کے لیے بھی شرائط ہیں، مرید اس وقت

Marfat.com

خرقہ پہنے جب وہ سمجھے کہ میں اس کا اہل ہوں کہ خرقہ کے لوازمات اور اسکی ذمہ داریوں سے میں پوری طرح عہدہ برآ ہوسکوں گا اور طریقت کی مصیبت و مشقت اور مجاہدہ پر صبر کے ساتھ قائم رہوں گا۔ خرقہ اس پیر سے پہنے جو شریعت و طریقت و حقیقت کے علم سے پوری طرح آگاہ ہو' اصول شریعت کا عالم' آداب طریقت کا عارف اور اسرار حقیقت سے واقف ہو۔ علی ہجویریؒ کی نظر میں مرید کو خرقہ پہنانے کا وہ اہل ہے جو مستقیم الحال ہو اور جو طریقت کے نشیب و فراز سے آگاہ ہو' احوال کا ذائقہ چکھے ہوئے ہو' اعمال کا نتیجہ پائے ہوئے ہو اور قہر جلال و لطف جمال دیکھے ہوئے ہو نیز اسکے ساتھ ہی مرید کے حال سے بخوبی باخبر ہو۔ خرقہ پوشی کا اہل وہ شخص ہے جو دنیاداری سے دور ہو یا وہ شخص ہے جو قربت الٰہی کا مشتاق ہو۔

کشف المحجوب میں ہے کہ صوفیہ اپنے مرید کو خرقہ عطا کرنے سے پہلے یا خرقہ پہننے کی اجازت دینے سے پہلے تین سال تک تین مختلف صورتوں میں تادیب کرتے ہیں۔ ایک سال خدمت خلق' دوسرے سال خدمت حق اور تیسرے سال پاسداری دل کا حکم دیتے ہیں۔ خدمت خلق کی یہ صورت ہے کہ خود کو خادم سمجھے اور سب لوگوں کو آقا کا مقام دے' خدمت حق یہ ہے کہ خدا کی عبادت صرف اس کی ذات کے لیے کرے دنیا اور عقبیٰ کی تمام لذتوں سے کنارہ کش ہو جائے' پاسداری دل یہ ہے کہ جمعیت خاطر موجود ہو' اوہام مفقود ہوں اور حضور حق میں کسی قسم کی غفلت رونما نہ ہو۔ اگر یہ تینوں شرطیں پوری ہو جائیں تو مرید خرقۂ صوف پہن سکتا ہے۔ خرقہ عطا کرنے والا اور خرقہ پہنانے والا بھی قائم الحال ہو' طریقت کے نشیب و فراز دیکھ چکا ہو یعنی کاملین میں سے ہو' اسے معلوم ہو کہ مرید کس مقام تک پہنچ سکتا ہے جب مرید

Marfat.com

دنیاداری سے کلی طور پر کنارہ کش ہو چکا ہو' ساری عمر خدمت خلق کے لیے وقف کر چکا ہو اور خواہشات نفس سے مکمل آزاد ہو گیا ہو تو اس وقت اس کو پیرِ کامل خرقہ عطا کرتا ہے۔ خرقہ دراصل کفن کی حیثیت رکھتا ہے۔ گویا سالک کا نفس مر چکا ہے اور وہ فنا کے مقام پر فائز ہو گیا ہے۔

سماع کے وقت یہ جو روایت ہے کہ وجد میں آ کر سالکین اپنا خرقہ پھاڑ دیتے ہیں' اس کے بارے میں صوفیہ کہتے ہیں کہ اگر مرید خرقہ پہننے کے بعد عالم حال میں اپنا لباس پھاڑ ڈالے تو معذور ہے' اگر اپنے اختیار سے اور ہوش و حواس میں پھاڑے تو پھر اسے خرقہ پہننا زیب نہیں دیتا' اگر ایسا کرتا ہے تو مکار اور ریا کار ہے (کشف المحجوب)۔ خرقہ پھاڑنے' خرقہ پھینکنے' خرقہ بخشنے کے بھی آداب ہیں۔ بعض اوقات خرقہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے حاضرین میں تبرکاً تقسیم کیا جاتا ہے اور کبھی خرقہ قوال کو بخش دیا جاتا ہے۔ اکثر صوفیہ اسے پسند نہیں کرتے کہ خرقہ کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے کہ یہ مال کا ضیاع ہے۔ لیکن اگر وجد اور بے اختیاری کے عالم میں ایسا کیا جائے تو قابل مواخذہ نہیں۔ (حاکی' سماع در تصوف' ص ص ۱۲-۱۱)

صوفیہ کی نظر میں سماع میں خرقہ پھینکنے سے مراد ہے ترک عادت' پگڑی اتارنا گویا ترک سروری و حب ریاست ہے' ہاتھوں کو نچانے سے مراد غیر حق سے بری ہونا اور' رقص میں گھومنے سے مراد ہے مرکز وحدت کے گرد گھومنا یعنی وحدت حق پر کامل طور پر قائم ہو جانا۔

یحییٰ باخرزیؒ فرماتے ہیں کہ خرقہ کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر صاحبِ وجد اپنا خرقہ قوال کے پاس پھینکتا ہے تو وہ خرقہ قوال کی ملکیت بن جاتا ہے' اگر صاحبِ وجد

Marfat.com

نے خرقہ کو قوال کی طرف نہیں پھینکا ہے تو وہ خرقہ سب لوگوں کی ملکیت ہے ___ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بغیر وجد کے اپنا خرقہ قوال کی طرف پھینکا ہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ خرقہ قوال کو دے دیا جائے اور اگر وہ خرقہ مجمع کی طرف پھینکا ہے اور اُس کا مقصد یہ تھا کہ فقرا کی ملکیت بنے تو بہتر یہ ہے کہ اسے حاضرین میں تقسیم کیا جائے اور اگر شیخ کی موافقت میں اُس نے اپنا خرقہ پھینکا ہے تو ہم یہ دیکھیں کہ اپنے خرقہ کے بارے میں شیخ کیا حکم دیتا ہے' وہ قوال کو دیتا ہے یا اہلِ مجلس کو دیتا ہے' جیسا شیخ کرے ویسا ہی سب کو کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص سماع میں بطور مزاح کسی کو اپنا خرقہ پیش کرتا ہے تو اُس کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اُسے بازار میں لے جائیں اور بیچ دیں اور اُس کی قیمت سے فقرا کے لیے کوئی چیز خرید لیں' البتہ وہ خرقہ درویشوں کو نہ بیچیں

(سماع نامہ ہائے فارسی' ص ص ۳۳۰-۳۲۹)۔

حضرت موسیٰؑ نے جب مناجات کے وقت اضطراب کا اظہار کیا تو خداوند تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی کہ اے موسیٰؑ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا بہتر ہے اس سے کہ سماع میں کپڑے پھاڑنا۔ اردشیر العبادی فرماتے ہیں کہ سماع کے وقت کپڑے پھاڑنا بے معنی ہے' بلکہ بہت ہی کراہیت کی بات ہے' حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت داوٗدؑ تشریف لائے اور انھوں نے ایک نغمہ گایا' ایک شخص اُٹھا اور اُس نے اپنے کپڑے پھاڑ لیے' جبریلؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے داوٗدؑ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس شخص سے کہو کہ ہمارے دوستی میں دل کے ٹکڑے کرنا بہتر ہے اُس سے کہ نغمہ سن کر کپڑے پھاڑے جائیں۔ (اردشیر العبادی' مناقب صوفیہ' ص ص ۱۰۳-۱۰۲)

سماع کے حوالے سے خرقہ اور خانقاہ کا ایک باہمی تعلق ہے۔ عام طور پر

Marfat.com

خانقاہ میں ایک بڑا کمرہ سماع کی محفلیں منعقد کرنے کے لیے مخصوص ہوتا ہے جہاں سماع کے وقت خرقہ بخشنے یا خرقہ پھاڑنے یا خرقہ کے ٹکڑے تقسیم کرنے کی رسوم ادا کی جاتی ہیں' یوں خانقاہوں کا سماع کے ساتھ بنیادی تعلق ہے۔

خانقاہ وسماع:

خانقاہ کا لفظ خانگاہ کا معرّب ہے اور لفظ خانگاہ خانہ اور گاہ کا مرکب ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ خانگاہ دراصل خوان اور گاہ کا مرکب ہے' خوان اُس سینی کو کہتے ہیں جس میں اشیاے خوردنی رکھی جاتی ہیں۔ یوں خانگاہ کے معنی اس جگہ کے ہوئے جہاں درویشوں کے کھانے پینے کا انتظام ہوتا ہو۔ معجم البلدان میں یاقوت حموی کے مطابق لفظِ خانقاہ کلمۂ خانق کا مونث ہے جو بیت المقدس میں کرّامیوں کی عبادت گاہ تھی۔ خانگاہ یا خانقاہ کے معانی میں رباط' زاویہ' صومعہ' تکیہ اور دُوَیرہ (بحوالۂ مقدمۂ رسالۂ قشیریہ و لغت نامۂ دھخدا دویرہ' دار یا دارہ کا مصغّر ہے جس کے معنی حلقہ کے ہیں) الفاظ بھی استعمال کیے جاتے تھے ____ طبقات الصوفیہ میں عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلی خانقاہ رملہ (فلسطین) میں ایک عیسائی بادشاہ نے سن ۱۵۰ ہجری میں بنائی تھی (طبقات صوفیہ' ص ۱۰)' قدیم ترین خانقاہیں بصرہ اور عبادان میں بھی تعمیر ہوئی تھیں' خانقاہ میں رہنے والے تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں:

(۱) اہل خدمت (۲) اہل خلوت (۳) اہل صحبت

۱۔ اہلِ خدمت وہ لوگ ہیں جو خانقاہ میں نئے نئے آئے ہوں یہ لوگ صوفیہ کی خدمت کے ذریعہ سے ان میں مقبولیت پیدا کرتے ہیں۔

Marfat.com

۲۔ اہلِ خلوت وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے قطع تعلق کر کے ایک کونے میں ذکرِ حق کرتے ہیں۔

۳۔ اہلِ صحبت وہ لوگ ہیں جو عرفان میں کامل ہوتے ہیں یعنی عارفانِ کامل' یہ لوگ خانقاہ میں باہم مل کر رہتے ہیں نہ ان میں کوئی مرید ہوتا ہے نہ پیر۔ سب برابر ہوتے ہیں' ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں' ایک دوسرے کی صحبت سے استفادہ کرتے ہیں۔

خانقاہ صوفیہ کے قیام و طعام اور روحانی تربیت کے لیے بنائی جاتی ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ روئے زمین پر سب سے پہلی خانقاہ خانۂ کعبہ ہے جو حضرت آدمؑ نے بنائی تھی۔ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں خانۂ کعبہ منہدم ہو گیا' حضرت ابراہیمؑ نے اسے تعمیر کیا جو آج تک موجود ہے۔ یوں گویا خانقاہ کی تاسیس کی تاریخ بڑی قدیم ہے' خانقاہ کو مسجد نبوی کے صفہ (چبوترہ) سے مناسبت اور مشابہت بھی ہے' مسجد نبوی میں صفہ ایک جگہ تھی جہاں ایسے صحابہؓ جن کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا وہ قیام کرتے تھے اور حضرت رسول پاک ﷺ ان کے کھانے پینے کا اہتمام فرماتے تھے۔ یوں خانقاہ یا خانگاہ بھی بے سہارا صوفیوں کی قیام گاہ ہوتی تھی۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ خانقاہ میں رہنے والوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے حال سے باخبر رہیں۔ پریشانی اور مشکلات میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ بزرگوں کو چاہیے کہ چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں' ان کو نصیحت کریں' خانقاہ میں رہنے والوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے عیوب پر پردہ ڈالیں اور اچھائیوں کو اجاگر کریں' چھوٹوں کو چاہیے کہ وہ بڑوں کا احترام کریں اور اگر کوئی مشکل (روحانی یا

Marfat.com

دنیاوی) پیش آئے تو بزرگوں سے اس کا حل پوچھیں۔

خانقاہ میں رہنے والے کسی درویش سے اگر کسی کی دل آزاری ہو جائے تو جس کا دل آزردہ ہوا ہے اسے چاہیے کہ وہ بات دل میں نہ رکھے اور درویشوں کی موجودگی میں دل آزردہ کرنے والے درویش سے نہایت نرمی سے اس بات کا ذکر کرے جس سے اس کا دل آزردہ ہوا ہے۔ اگر وہ درویش واضح جواب دے اور دوسرے درویش بھی اس جواب کو قبول کرلیں تو وہ بھی قبول کر کے اپنا دل صاف کر لے۔ اگر واضح جواب نہ دے یا اس کے پاس واضح جواب نہ ہو تو وہ معذرت چاہے اور وہ یوں کہ جوتوں کی جگہ پر جا کر کھڑا ہو جائے اور ہاتھ باندھ لے یہاں تک کہ وہ درویش بھی اٹھے جس کی دل آزاری ہوئی تھی اور اس کی رہنمائی میں دوسرے درویش بھی اٹھیں اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جائیں اور پھر اشیا خوردنی لائی جائیں اور اگر کوئی کھانے کی چیز نہ ہو تو پانی پیا جائے اور اگر قوال موجود ہوں تو سماع کی محفل منعقد کی جائے۔

صوفیہ فرماتے ہیں کہ سماع دل میں کسی نئی چیز کو پیدا نہیں کرتا بلکہ جو چیز دل میں پوشیدہ ہوتی ہے اُس کو متحرک کر دیتا ہے' جس کسی کا دل اللہ کی محبت سے پُر ہے تو سماع میں وجد اُس کے قلب کو لذت تحرک بخش دیتا ہے۔ بقول عزالدین کاشانیؒ سماع میں وجد کرنا اگرچہ مبتدیوں کے لیے کمالِ حال ہے لیکن منتہی صوفیہ کے لیے نقصانِ حال ہے' چونکہ وجد سے مراد ہے حالِ شہود کا پانا اور پانا گم کرنے کے بعد ہوتا ہے پس واجد (پانے والا) درحقیقت سماع میں فاقد (گم کرنے والا) ہوتا ہے۔

سماع وسرود کی حقیقت کے بارے میں ایک نکتہ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ

Marfat.com

جہاں حسن ہوگا وہاں عشق بھی ضرور پہنچ جائے گا۔ ویسے تو ساری دنیا حسن ہی حسن ہے کہ جلوہ گاہ جمال ربانی ہے کہ اللہ خود ''جمیل'' ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے لیکن بالعموم دنیا میں چار قسم کے حسن ہیں: حسن صورت' حسن صوت (حسن آواز) حسن کلام اور حسن حرکات' حسن صورت محبوب کا رخ انور ہے' حسن صوت موسیقی ہے' حسن کلام شاعری ہے اور حسن حرکات رقص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کے دل میں فطری طور پر حسن صورت' موسیقی' شاعری اور رقص سے لگاؤ ہے۔ صوفیہ وجد وسماع کے جواز میں ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ حرکت تمام کمالات کی بنیاد ہے' خواہ جمادات ہوں' خواہ نباتات' خواہ حیوانات حرکت ان کی برائی کو دور کرتی ہے' پانی جاری رہتا ہے تو پاک ہے اگر رکا رہے تو بدبودار ہو جاتا ہے۔ وجد یا سماع حرکت کا سبب ہے اور یہ حرکت روح کی خوشی اور شادمانی اور کشادگی قلب کا سبب ہے' اگر انسان روح کو نفس سے دور رکھتا ہے تو اس سے روح کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ وجد ورقص میں حرکت کے بارے میں ابونجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ حرکت تین قسم کی ہے: (۱) خوشی میں (۲) وجد میں (۳) خوف میں۔ خوشی کی تین علامتیں ہیں: رقص کرنا' تالی بجانا اور چہرہ کھل اٹھنا' وجد کی بھی تین علامتیں ہیں: (۱) محویت (۲) اچھلنا کودنا (۳) نعرے مارنا' خوف کی بھی تین علامتیں ہیں: (۱) رونا (۲) چیخنا (۳) سر پیٹنا۔

سماع میں وجد وحال کے بارے میں حضرت نظام الدین اولیاؒ کا قول ہے کہ یہ تین قسم کے ہیں: (۱) انوار' (۲) احوال' (۳) آثار۔ یہ تینوں تین عالموں سے نازل ہوتے ہیں جو یہ ہیں: عالم ملک' عالم ملکوت اور عالم جبروت۔ سماع کے وقت روح پر انوار عالم ملکوت سے نازل ہوتے ہیں' اُس کے بعد دل پر اثر انداز ہوتے ہیں

Marfat.com

جنھیں احوال کہا جاتا ہے' یہ احوال عالم جبروت سے متعلق ہیں' اُس کے بعد جسم میں حرکت پیدا ہوتی ہے جسے آثار کہتے ہیں اور جو عالم ملک سے متعلق ہیں۔ (سیر الاولیا)

وجد' تواجد' وجود اور سماع:

وجد ایک ایسا روحانی جذبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب انسانی پر وارد ہوتا ہے خواہ اس کا نتیجہ فرحت ہو یا حزن۔ مبتدی کو وجد میں اضطراب ہوتا ہے اور منتہی کو سکون و ثبات حاصل ہوتا ہے۔ تواجد یہ ہے کہ ذکر و فکر سے وجد کو حاصل کرے یعنی اختیار و تکلف سے وجد کو حاصل کرنا تواجد ہے۔ وجود یہ ہے کہ واجد کا وجود' موجود یعنی حق تعالیٰ کے نور شہود کے غلبہ سے معدوم ہو جائے۔ وجد فانی کی صفت ہے اور وجود باقی کی صفت ہے۔

سماع میں ارباب سماع کے احوال تین قسم کے ہیں: ایک تواجد ہے' جو حرکت سے پیدا ہوتا ہے اور اس میں تکلف ہوتا ہے۔ وہ صوفیہ جو مرشد ہیں یعنی تصوف میں قائدین کا مرتبہ رکھتے ہیں انہیں تواجد نہیں ہوتا۔ دوسرا وجد ہے جو وجدان و عرفان سے بجلی کی طرح پیدا ہونے والی ایک کیفیت یا حالت ہے' یعنی صوفی پر حال غالب ہو جاتا ہے۔ مبتدی کے لیے وجد میں اضطراب ہے اور منتہی کیلیے سکون و ثبات ہے۔ تیسرا وجود ہے' یہ ایک کیفیت ہے جو واقعہ سے پیدا ہوتی ہے اور یقین کامل کے ساتھ دل میں مکین ہو جاتی ہے۔ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہود میں صاحب وجود تھے' شب معراج کو اللہ تعالیٰ سے بغیر واسطے کے سخن سنا' صاحب سماع بنے' ساکن و ثابت قدم رہے۔ یوں تواجد میں تکلف ہے' وجد میں اضطرار ہے اور وجود میں ثبات و قرار

Marfat.com

ہے۔تو اجد میں جسم رقص کرتا ہے' وجد میں دل اور وجود میں روح رقص کرتی ہے۔ سماع میں وجد مبتدی کے حال کا کمال ہے لیکن منتہی کے حال کا نقصان ہے کیونکہ وجد سے مراد ہے حالِ شہود کا پالینا اور پالینا گم کردینے کے بعد ہوتا ہے' پس سماع میں واجد درحقیقت فاقد یعنی گم کرنے والا ہوتا ہے اور حالِ شہود کو گم کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔

حضرت ذوالنونؒ کا قول ہے کہ الوجود بالموجود قائم والوجد بالواجد قائم یعنی صاحب وجد (واجد) ابھی تک اپنے وجود سے فانی نہیں ہوا پس وجد اس سے قائم ہے اور صاحب وجود اپنے وجود سے کلی طور پر فانی ہو چکا ہے اس لیے موجود (خدا تعالیٰ) کے وجود سے قائم و باقی ہے' جس طرح وجد وجود کا مقدمہ ہے اسی طرح تواجد مقدمہؑ وجد ہے۔تواجد مبتدی کا وصف ہے' وجد اہل سلوک (متوسط) کا حال ہے اور وجود اہل وصول (صاحب وصال) یعنی منتہی کا حال ہے۔تواجد میں تکلف ہے' وجد میں اضطراب ہے اور وجود میں ثبات و استقامت ہے' صاحب تواجد دریا کے دیکھنے والے کی طرح ہے' صاحب وجد اس شخص کی طرح ہے جو دریا پر تیر رہا ہو اور صاحب وجود اس شخص کی طرح ہے جو دریا میں غرق ہو۔تصوف میں وجود سے مراد وجود حق یا ذات حق بھی ہے ____ مسعود بک بخارائیؒ فرماتے ہیں کہ سماع میں اہتزازی کیفیت کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے' جو ظاہر پر نظر رکھتا ہے وہ گویا لہو ولعب میں مصروف ہے اور وہ جو باطن پر نظر رکھتا ہے اس کے لیے وجد ہے اور یہ صفت اصحاب فتوت کی ہے جن کا قلب زندہ ہے اور نفس مردہ ہے' دل کے زندہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ سماع میں دوست کا ذکر حال کی کیفیت پیدا کردیتا ہے اور جو دل مردہ ہے اُس میں کسی قسم کی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔حضرت نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ مرید کی حقیقت سماع

Marfat.com

میں ظاہر ہوتی ہے' اگر سماع میں وہ محبوب کے ذکر پر وجد میں آجائے تو وہ صحبت کے لائق ہے کہ اُس کا دل زندہ ہے اور روشن ہے' اگر اُس میں سماع سے کسی قسم کی جنبش پیدا نہ ہو تو جان لو کہ اُس کا دل مردہ ہے اور اُس کی روح افسردہ ہے۔ اسی حوالے سے قرآن میں یہ آیت ہے کہ ''اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُم'' (سورہ ۸' آیت ۲) یعنی جب اللہ کا ذکر آتا ہے تو اُن کے دل مضطرب ہو جاتے ہیں۔ پس سماع میں وجد کی کیفیت اہلِ کمال کی صفت ہے' البتہ وجد کی کچھ قسمیں ہیں' وہ اہتزاز جو بدن میں پیدا ہوتا ہے اُسے تواجد کہتے ہیں اور وہ اہتزاز جو دل میں رونما ہوتا ہے اُسے وجد کہتے ہیں اور وہ اہتزاز جو روح میں پیدا ہوتا ہے وہ محبوب کے وجود سے ہوتا ہے کہ سماع سے یہی مطلوب ہے (اور یہی وجود ہے)۔ پس جس میں تواجد نہیں اُس میں وجد بھی نہیں ہوگا اور جس میں وجد نہیں ہوگا' اُس میں وجود نہیں ہوگا اور وہ محبوب کو پانے سے محروم رہ جائے گا:

آن کو بہ سماع در تواجد آید — وجدش ز خدا روی بہ دل بنماید
پس وجد سوی وجود محبوب کشد — آنجا چو رسد' نہ مرد با خود باید

(صوفی نامہ' ص ص ۱۵۵-۱۵۴) (سماع نامہ ہائے فارسی' ۳۸۸-۳۸۶)

صاحبِ اقتباس الانوار کیفیاتِ وجد و سماع کے متعلق نہایت شرح وبسط سے بحث کرتے ہیں جس کا ماحصل حسب ذیل ہے:

(۱) اگر انسان دردمند و صالح ہے تو استماعِ سرود سے اُس کا دلِ صنوبری نرم پڑ جاتا ہے۔

(۲) صوفی مبتدی دوری اور فراقِ محبوب اور اندوہِ نایافت کی شدّت سے مشتعل

Marfat.com

ہوتا ہے اور پیچ و تاب کھاتا ہے اور تڑپتا ہے اور چیختا چلاتا ہے اور نہیں جانتا کہ یہ اضطراب کیا ہے اور کہاں سے ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ''رقص طلب است و رقص طرب است۔ جز این ہر دو شور و شغب است'' یعنی ایک رقصِ طلب ہے اور دوسرا رقصِ طرب ہے' ان دو کے علاوہ جو بھی ہے وہ شور و شغب ہے:

اگر تو یار نداری چرا طلب نہ کنی
اگر بیار رسیدی چرا طرب نہ کنی

(اگر دوست نہیں رکھتے تو اُسے طلب کیوں نہیں کرتے اور اگر دوست کو پالیا ہے تو طرب یعنی شادمانی کا اظہار کیوں نہیں کرتے؟)

یہ حال صوفی مبتدی کا ہے' یہاں بجز درد و بے قراری کے نہ انوار ہیں نہ اسرار۔

(۳) صوفی سالک اہلِ نظر پر ایک وقت آتا ہے جب وہ چشمِ باطن سے حسن و جمالِ محبوبِ حقیقی کو دیکھتا ہے اور انتہائے زیبائی و رعنائی و جمالِ مطلوبِ ازلی کے دیکھتے ہی بے خود اور بے اختیار ہو کر شیفتۂ روئے دوست ہو جاتا ہے اور آہ و نالہ میں مصروف ہو جاتا ہے:

بُلبلے برگِ گلِ خوش رنگ در منقار داشت
وان دران برگ و نوا خوش نالھائے زار داشت
گفتمش درعینِ وصل این نالہٗ و فریاد چیست؟
گفت مارا جلوۂ معشوق در این کار داشت

یعنی ایک بلبل اپنی منقار میں ایک خوش رنگ پھول کی پتی رکھتی تھی اور ساتھ

Marfat.com

ہی نالہ ہائے زار بھی کر رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ اس وصل کے ساتھ نالۂ وفریاد کا کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا کہ معشوق کا جلوہ ہی ہماری فریاد کا سبب بنا ہے۔

(۴) سالک کو کبھی حق تعالیٰ کی جانب سے ایسا وقت نصیب ہوتا ہے کہ بوجہ نزولِ انوارِ جمال وجلالِ محبوب حقیقی وہ یہ پاتا ہے کہ اُس کا وجود جاتا رہا اور اپنی گم گشتگی سے خائف ہوتا ہے، ڈرتا ہے، روتا ہے، چیختا ہے اور چلّاتا ہے:

ھمی ترسم کہ حافظ محو گردد

چہ شور است این کہ در سر دارم امشب

(یعنی مجھے ڈر ہے کہ حافظ مٹ جائے گا، یہ کیسا شور ہے جو میں آج رات اپنے سر میں رکھتا ہوں؟)

(۵) صوفی اہل معنی پر کبھی یہ حالت طاری ہوتی ہے کہ محویتِ تامّہ حاصل ہونے اور جملہ نسبتوں سے مرتفع ہو کر محوِ مطلق ہو جانے کی تمنّا میں اضطرابِ شدید پیدا ہوتا ہے۔ یہ تمنّا پوری نہیں ہوتی تو نالۂ وفریاد کرتا ہے۔

(۶) عین وجد وسماع میں کبھی یہ ہوتا ہے کہ اعضائے وجودِ عنصری کو اُس حظ (لذّت) کا مطلق احساس نہیں ہوتا جو سالک کے قلبِ حقیقی کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ سالک عالمِ مجاز سے منتقل ہو کر سیرِ عالمِ باطن میں منہمک ہو جاتا ہے اور ان حظوظ و لذّات سے صرف دلِ حقیقی ہی آگاہ ہوتا ہے نہ کہ دلِ صنوبری جو ساختۂ گِل ہے۔ چونکہ "از دل تا گل ھزار فرسنگ است" (یعنی دل سے مٹی تک ہزاروں میل کا فاصلہ ہے)۔ دلِ حقیقی پر جو واردات ہوتی ہیں اُن کی دلِ گِل (یعنی جسمانی دل) کو خبر تک

Marfat.com

نہیں ہوتی۔

(۷) بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حالتِ وجد و سماع و رقص میں صوفی کا شعور پوری طرح برقرار رہتا ہے اور ذرّاتِ عالم میں سے ایک ایک ذرّے سے وہ باخبر ہوتا ہے لیکن اپنی ہستی کو گم کیے ہوئے ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ جو کچھ دیکھتا ہے اور سنتا ہے حق تعالیٰ کی جانب سے دیکھتا اور سنتا ہے۔ اپنی صفات سے فانی ہو کر صفاتِ حق تعالیٰ سے باقی ہو جاتا ہے۔ (سرِّ دلبراں' ص ص ۲۲۶-۲۲۳)

حضرت ذوالنون مصریؒ (وفات ۲۴۵ ہجری) کا قول ہے کہ وجد دل کے راز کا نام ہے اور سماع وارداتِ قلب کو کہتے ہیں۔ آپ ہی کا قول ہے کہ سماع واردات حق کو دل پر جاری کرتا ہے اور اس کی طلب پیدا کرتا ہے' جو سماع کو حق کے لیے سنتا ہے وہ حق رسیدہ بن جاتا ہے اور جو نفس کے لیے سنتا ہے وہ زندیق بن جاتا ہے۔

سماع سے وجد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور یہ وجد حرکات بدنی کے وجود میں آنے کا سبب بنتا ہے اور حرکات بدنی غیر منظم یا غیر موزوں ہوں تو انہیں اضطراب کہتے ہیں اور اگر موزوں اور منظم ہوں تو تالی بجانا اور رقص کرنا ہیں۔ حضرت رُوَیمؒ سے کسی نے پوچھا تھا کہ سماع کے وقت وجد کرنا کیا ہے؟ فرمایا صوفی کی روح کے شہباز کو حضرت حق کی جانب سے خطاب ہوتا ہے کہ اے بازِ بلند پرواز! ہماری ذات کی فضائے جلال و جبروت میں پرواز کر' اس خطاب پر کچھ روتے ہیں' کچھ نالہ و فریاد کرتے ہیں اور کچھ کپڑے پھاڑ لیتے ہیں...... کچھ صوفیہ کہتے ہیں کہ کہ سماع وہ ہے جو ہاجم ہو یعنی جسے سنتے ہی دل پر کیفیات کا غلبہ ہو جائے ___ ایک سماع غیر ہاجم بھی ہے جو سننے سمجھنے کے بعد دل پر اثر کرتا ہے' وجد کا سبب بنتا ہے اور آخر میں وجود کو حرکت

Marfat.com

دیتا ہے (خواجہ عثمان ھرونی، گنج اسرار، نسخۂ خطی کتاب خانۂ دانشگاہ پنجاب، لاہور، شمارہ ۲۸، برگ ۷۰-۶۹) ____ احمد بن محمد الطوسیؒ فرماتے ہیں کہ اگر صاحب سماع عارف ہے اور رقص کرتا ہے تو رقص گویا ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہونا ہے، یوں عارف ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ تک پہنچتا ہے۔ اگر محقق ہے اور رقص میں دائرے میں گھومتا ہے تو گویا وہ کائنات کے دائرے میں چکر لگا رہا ہے اور اگر موحد ہے اور رقص میں کودتا ہے تو موحد کا حال الف کی طرح ہے اور کودنا بھی الف کی صورت ہی ہے۔
(سماع نامہ ہای فارسی، ص ۲۶۵)

سماع میں خرقہ پھینکنے سے مراد ترک عادت ہے، پگڑی اتارنا گویا ترک سروری وحب ریاست ہے، ہاتھوں کو نچانے سے مراد غیر حق سے بری ہونا اور رقص میں گھومنے سے مراد ہے مرکز وحدت کے گرد گھومنا یعنی وحدت حق پر کامل طور پر قائم ہو جانا۔

جمال حاجی شروانی کہتے ہیں کہ وجد یہ نہیں کہ خرقہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرو اور پھر اسے سینے کی فکر کرو، وجد تو یہ ہے کہ تم وجد کے آنے کے بعد اپنے وجود کو یکدم ترک کر دو:

وجد آن نبود کہ خرقہ ای پارہ کنی
وانگہ ز برای دوختن چارہ کنی
وجد آن باشد کہ چون تو را دریابد
خود ترک وجود خویش یکبارہ کنی

اوحدالدین کرمانی کہتے ہیں کہ رقص یہ نہیں کہ ہر وقت بے درد بن کر گرد کی طرح اوپر اٹھو بلکہ رقص تو یہ ہے کہ دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے زندگی ہی کو خیر باد کہہ دو:

Marfat.com

رقص آن نبود کہ ہر زمان برخیزی　　بی درد چو گرد از میان برخیزی
رقص آن باشد کہ از میان برخیزی　　دل خرقہ کنی' از سر جان برخیزی

(سماع نامہ ہائے فارسی' ص ص ۲۹۵-۲۹۴)

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ وجد یادِ حق میں ہو تو مستحب ہے' اگر دنیاوی رغبت سے ہو تو حرام ہے۔ سماع میں رقص و وجد اور جامہ دری اُس وقت تک جائز ہے جب سماع سننے والا مغلوب ہو' اگر یہ اپنے اختیار سے ہو اور خودنمائی کا پہلو رکھتا ہو تو حرام ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بار سلطان المشائخ کی مجلس میں امیر خسرو نے سماع میں ہاتھ بلند کر کے رقص کیا' سلطان المشائخ نے امیر خسرو کو طلب فرمایا کہ تم دنیاداری سے تعلق رکھتے ہو تم رقص میں ہاتھ بلند نہ کرو۔ امیر خسرو نے ہاتھ باندھ کر اور مٹھی بند کر کے رقص کیا۔ (سیر الاولیا' ص ص ۵۱۷-۵۱۶)

حمید الدین ناگوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ رقص میں جو کوئی بے اصول ہو اُسے باہر نکال دو۔ ایک بار مجلس میں ایک شخص بے اصولی سے رقص کر رہا تھا' اُس کو رقص کرنے سے روک دیا گیا' اُس شخص نے حمید الدین ناگوریؒ سے کہا کہ سماع مجھ پر اثر کر چکا تھا' آسمان کے دروازے کھل گئے تھے اور میں نے بہشت میں اپنے پاؤں رکھ دیے تھے تاکہ میں اُس میں داخل ہو جاؤں' اسی اثنا میں مجھے رقص کرنے سے روک دیا گیا اور میں اس نعمت سے محروم ہو گیا۔ قاضی حمید الدین نے اس رقاص بے اصول سے کہا کہ بہشت بے اصولوں کی جگہ نہیں ہے۔ (سیر الاولیا' ص ۵۱۷)

بعض صوفیہ سماع اور رقص کو تصوف و عرفان کی اعلیٰ منازل طے کرنے کے

Marfat.com

لیے لازمی خیال کرتے ہیں۔ خاص طور پر مولوی فرقہ کے صوفیہ رقص کو تصوف کی جان سمجھتے ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو سماع کا وہ ذوق وشوق تھا کہ سماع ہی میں جان دے دی۔ آپ کے ایک دوست نے مجلس سماع منعقد کرائی اور قوالوں نے غزل گانا شروع کی' جب اس شعر پر پہنچے:

کشتگــان خنـجر تسلیم را هر زمان از غیب جانی دیگر است

یعنی خنجر تسلیم سے جو قتل ہو چکے ہیں اُن کو ہر لحہ غیب سے ایک نئی زندگی عطا ہو رہی ہے۔

تو آپ پر وجد طاری ہو گیا اور مسلسل رقص کرتے رہے اور اسی حالت میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ حضرت امیر خسروؒ نے اپنی ایک غزل میں اس واقعہ کی جانب اشارہ فرمایا ہے:

جان برین یک بیت داد است آن بزرگ آری این گوهر ز کانی دیگر است

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را هر زمان از غیب جانے دیگر است

(سر دلبران' ص ۲۰۵)

مندرجہ ذیل غزل بھی جو حضرت عثمان ہَروَنیؒ (ہارونی) سے منسوب ہے صوفیائے کرام میں وجد و رقص کے حوالے سے بہت معروف ہے' صوفیہ اسے قوالوں سے سنتے ہیں اور رقص و وجد کرتے ہیں:

نمے دانم کہ آخر چون دم دیدار می رقصم مگر نازم بہ این ذوقی کہ پیش یار می رقصم

تو آن قاتل کہ از بہر تماشا خون من ریزی من آن بسمل کہ زیر خنجر خونخوار می رقصم

بیا جانان تماشا کن کہ در انبوہِ جانبازان بصد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم

خوشا رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را زہے تقویٰ کہ من باجبّہ و دستار می رقصم

Marfat.com

منم عثمان ھارونی کہ یارِ شیخ منصورم
ملامت می کند خلقی و من بردار می رقصم

(مقابلیس المجالس، ص ص ۱۹۲-۱۹۱)

مذکورہ بالا غزل کے علاوہ یہ غزلیں بھی سماع میں عام طور پر پڑھی جاتی رہی ہیں اور صوفیہ وجد و رقص فرماتے رہے ہیں:

دلھا کباب جلوۂ مستانۂ تو اَند — جانھا خراب گردشِ پیمانۂ تو اَند
خورشید طلعت از پے دزدیدہ دیدنت — گرمِ تلاش روزن کاشانۂ تو اَند
قومی کہ از جھان دلِ بیدار بردہ اَند — درخواب مرگ گوش بر افسانۂ تو اَند

(مقابلیس المجالس، ص ۴۶۱)

مرا یاریست سنگین دل ستمگر ست پیمانی — قیامت قامتی، زناّرداری، نامسلمانی
نگارِ شوخ چشمی، تندخوی، عربدہ جویَ — خیالش خاطر آشوب وغمش ناخواندہ مھمانی
بتی دارم پریروئی انیس و مشفق ای سعدیؔ — بہ غمزہ آفتِ جانی، بہ عشوہ ظلم سامانی

(مقابلیس المجالس، ص ص ۷۵۵-۷۵۴)

☆☆☆

سماع آرام جان زندگان است — کسی داند کہ اوراجانِ جان است
کسی خواھد کہ او بیدار گردد — کہ او خفتہ میان بوستان است
ولیک آن کو بہ زندان خفتہ باشد — اگر بیدار گردد در زیانست
سماع آنجابکن کانجا عروسی است — نہ در ماتم کہ آن جای فغانست
کسی کو جوھر خود راندیدست — کسی کان ماہ ازچشمش نھانست
چنین کس را سماع دف چہ باید؟ — سماع این جھان و آن جھانست

Marfat.com

خصوصاً حلقه ای کندر سماعند — همی گردند و کعبه در میانست

(رومی)

☆☆☆

طرف باغ و لبِ جوی و لبِ جام است اینجا
ساقیا خیز که پرهیز حرام است اینجا
شیخ در صومعه گر مست شد از ذوقِ سماع
من و میخانه که این حال مدام است اینجا
لب نهادی به لبِ جام و ندانم من مست
که لبِ لعل تو یا باده کدام است اینجا

(جامی)

☆☆☆

پای کوبان دست افشان در سماع — می خرامد بر دل و جان در سماع
صوفی از چاک گریبان بینَدش — می شود از خرقه عریان در سماع
از می اندیشهٔ خود گشته مست — هست خود پیدا و پنهان در سماع
زاهدِ تسبیح خوان بر یاد او — آید از ناقوس رهبان در سماع
جبرئیل از سدره می آید به خاک — چون شود مست و غزلخوان در سماع
او چو چوگان پازده بر فرقِ ما — ما چوگو از زخمِ چوگان در سماع
بی خودی های نظیری آورد — بخیه بر چاک گریبان در سماع

(نظیری)

Marfat.com

سیر الاولیا میں ہے کہ شیخ مجدالدین بغدادیؒ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے مرید تھے اور سماع ورقص کا بہت شوق رکھتے تھے۔ شیخ نجم الدین شیخ مجدالدینؒ کو کثرتِ سماع سے منع فرماتے تھے۔ ایک روز شیخ مجدالدینؒ سماع میں مصروف تھے، شیخ نجم الدینؒ نے انھیں بلانے کے لیے ایک خادم کو بھیجا' اُس نے دیکھا کہ شیخ مجدالدینؒ سماع ورقص میں ہیں' خادم نے مجدالدین کو شیخ نجم الدینؒ کا پیغام دیا لیکن وہ خادم کے ساتھ نہ گئے' سماع ورقص میں مشغول رہے' خادم نے آ کر شیخ نجم الدین کبریٰؒ کو سارا ماجرا بتا دیا۔ شیخ نے فرمایا پھر جاؤ اور مجدالدینؒ کا ہاتھ پکڑو' سماع سے روکو اور ہمارے پاس لے کر آؤ۔ خادم نے آ کر دیکھا کہ شیخ مجدالدینؒ اسی طرح سماع میں محو ہیں اور یہ عبارت بار بار پڑھ رہے ہیں:

مازبالا آمدیم و باز به باله می رویم

شیخ نجم الدینؒ کے خادم نے شیخ مجدالدینؒ کا ہاتھ پکڑا اور چاہا کہ رقص کرنے سے روک دے لیکن ممکن نہ ہو سکا۔ خادم واپس چلا گیا اور وہ عبارت جو شیخ مجدالدینؒ رقص میں پڑھ رہے تھے شیخ نجم الدین کبریٰؒ کو سنائے۔ شیخ نجم الدینؒ نے فرمایا کہ ہم نے اُسی وقت جب مجلس میں مجدالدینؒ پڑھ رہا تھا اُس کا معاملہ تمام کر دیا تھا۔ جب شیخ مجدالدینؒ سماع سے فارغ ہوئے اور ہوش میں آئے تو خیال کیا کہ میں نے اچھا نہیں کیا' فوراً ایک سینی میں آگ کے انگارے رکھ کے اور اسے سر پر اُٹھا کر شیخ نجم الدین کبریٰؒ کی خدمت میں پہنچے اور جوتوں کی جگہ پر کھڑے ہو گئے' شیخ نے فرمایا! اس کی ضرورت نہیں جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔

سلطان خوارزم شاہ جو اُس وقت کا ایک بہت بڑا حکمران تھا وہ خود اور اُس کی والدہ دونوں شیخ نجم الدینؒ کے مرید تھے۔ وہ دونوں شیخ نجم الدین کبریٰؒ کی خدمت میں

Marfat.com

آئے اور کہا کہ ہم خانۂ کعبہ کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں براہ کرم اپنے مریدوں میں سے ایک مرید کو حکم دیں جو ہمارے ساتھ جائے تاکہ اُس کی برکت سے ہمارا حج بھی قبول ہو جائے۔ شیخ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد شیخ مجدالدینؒ کو اُن کے ساتھ بھیج دیا' راہ میں جب سمندری جہاز پر سوار ہوئے تو سلطان خوارزم شاہ کی والدہ کی نظر شیخ مجدالدینؒ پر پڑی وہ اُن کے حسن و جمال سے بے حد متاثر ہوئی' جس کی خبر شیخ مجدالدینؒ کو تو نہ ہوئی لیکن خوارزم شاہ کو ہو گئی۔ خوارزم شاہ نے اُن کو شہید کر کے اور اُن کے سر مبارک کو ایک سینی میں رکھ کر ایک ہزار دینار کے ساتھ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کی خدمت میں اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ شیخ مجدالدینؒ نے شہادت کی سعادت پا لی ہے اور یہ سونے کے دینار اُن کا خون بہا ہے۔ شیخ نجم الدین کبریٰؒ نے فرمایا کہ مجدالدینؒ کی دیت ہم ہیں' خوارزم شاہ ہے اور خوارزم شاہ کی تمام مملکت ہے۔ اُس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد چنگیز خان نے خوارزم شاہ کی تمام مملکت کو فتح کر لیا جس کے نتیجے میں شیخ نجم الدین کبریٰؒ بھی شہید ہو گئے' اسی ہنگامے میں شیخ فریدالدین عطارؒ کی شہادت کا واقعہ بھی ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جب کافروں نے نیشاپور میں شیخ عطار کے دوستوں کو قتل کرنا شروع کیا تو شیخ عطارؒ فرماتے تھے کہ یہ کیسی قہاری ہے اور کیسی جباری ہے؟ اور جب شیخ کی شہادت کی باری آئی تو شیخ نے فرمایا کہ یہ کیسا کرم ہے' یہ کیسا لطف ہے؟ (سیر الاولیا' ص ص ۵۲۹-۵۲۸)

سعدی نے بوستان میں کہا ہے:

ندانی کہ شوریدہ حالانِ مست   چرا بر فشانند در رقص دست؟
گشاید دری بردل از واردات   فشانند سرِ دست بر کاینات

Marfat.com

حلالش بود رقص بریادِ دوست   کہ ھر آستینش جانی دروست

(یعنی تمہیں معلوم نہیں کہ شوریدہ حال رقص میں کیوں ہاتھ ہلاتے ہیں؟ ان کے دل پر وارداتِ روحانی نے ایک دروازہ کھول دیا ہے جس سے یہ لوگ (صوفیہ) کائنات پر ہاتھ جھٹک دیتے ہیں' ان کو دوست کی یاد میں رقص کرنا جائز ہے کہ ان کی ہر آستین میں ایک جان ہے)

بعض حضرات سماع و رقص کو ذہنی یا نفسیاتی امراض کا علاج سمجھتے ہیں۔ عمر بن عثمان المکیؒ جو منصور حلاج کے استاد تھے اصفہان میں تشریف لائے۔ ایک نوجوان ان کا مرید ہوگیا وہ اتفاق سے بیمار ہوگیا' مدت تک بیمار رہا۔ ایک روز حضرت عمر بن عثمانؒ فقرا کی ایک جماعت کے ساتھ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے' اس نوجوان نے درخواست کی کہ قوّال کوئی شعر سنائے' حضرت عمرو بن عثمانؒ نے قوّال کو اشارہ کیا' قوّال نے حکم کی تعمیل کی' وہ نوجوان صحت یاب ہوگیا۔ (نفحات الانس' ص ۸۳-۸۴)

سماع و رقص ایک طرح سے ورزشِ بدنی بھی ہے اور ورزش روحانی بھی۔ کچھ صوفیہ رقص و سرود کو پسند نہیں کرتے' خاص طور پر نقشبندی سلسلے کے صوفیہ سماع اور رقص کو اچھا نہیں سمجھتے۔ حضرت بہاؤالدین نقشبندیؒ سلسلۂ نقشبندیہ کے بانیوں میں سے ہیں' سماع کے بارے میں ان سے یہ قول منسوب ہے۔ "نہ این کار می کنم ونہ انکار می کنم" یعنی نہ میں سماع سنتا ہوں اور نہ اس کا منکر ہوں۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ رقص اس کے لیے جائز ہے جو پاؤں زمین پر مارے تو پاتال تک ہر شے اس کی نظر میں ہو اور اگر آستین ہوا میں اچھالے تو عرش معلی تک اس کی نظر پہنچے'

Marfat.com

جواس طرح رقص نہ کرتا ہو وہ بایزیدؒ جنیدؒ اور شبلیؒ کی آبروریزی کرتا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ شریعت وطریقت میں رقص کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب رقص اچھی طرح کیا جائے تو کھیل تماشہ ہوتا ہے اور جب بیہودہ طور پر کیا جائے تو بجز لغویت (بدتمیزی) کچھ بھی نہیں ہوتا۔ الغرض ناچنا اور رقص کرنا شرعاً اور عقلاً قابل مذمت ہے۔

تصوف میں رقص دو قسم کا ہے ایک کو ترقیص اور دوسرے کو ترقص کہتے ہیں۔ ترقیص سے مراد یہ ہے کہ سماع سننے والے پر ایک حال وارد ہو جس سے بدن میں تحریک پیدا ہو اور یہ بغیر کسی تکلف اور ریا کے ہو' البتہ ترقص مکروہ ہے بلکہ حرام ہے' اُس کی دو قسمیں ہیں ایک کو تلہّی کہتے ہیں جو قابلِ مذمت ہے' جیسا کہ فرمانِ حق ہے ''الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِباً'' (سورہ ۷' آیت ۵۱)۔ ترقص کی دوسری قسم کو تشبہ کہتے ہیں یعنی جس میں اہل ظاہر اپنی ریاکاری کے ذریعے اہلِ وحدت (اہل حقیقت) سے مشابہت پیدا کرتے ہیں اور یہ بات شرک خفی سے خالی نہیں ہوتی۔

سماع میں گریہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) گریۂ طرب' (۲) گریۂ کرب' (۳) گریۂ طلب۔

گریۂ طرب اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب دل میں سرور وفرحت دیر تک باقی رہے اور گریۂ کرب اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب گناہ سے شرم وحیا دل پر غالب آجاتی ہے اور گریۂ طلب اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب دل میں شوق ومحبت کا غلبہ ہو۔ اسی حوالے سے کہا جاتا ہے کہ نعم السلاح الدعاء' و نعم المطیة الوفاء' و نعم الشفیع البکاء۔۔ یعنی سب سے اچھا ہتھیار دعا ہے' سب سے اچھی سواری وفا ہے

Marfat.com

اور سب سے اچھا سفارش کرنے والا اشک (رونا) ہے۔ (سماع نامہ ہائے فارسی' ص ص ۲۹۷-۲۹۹)

ابوالمفاخر یحییٰ باخرزیؒ فرماتے ہیں کہ سماع میں وجد کی مختلف کیفیات ہیں: ایک شوق سے روتا ہے' ایک خوف سے' ایک شادمانی سے۔

مشائخِ صوفیہ میں سے ایک صوفی فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک جماعت کو دیکھا جو پانی پر سماع کر رہی تھی اور ایک گروہ آگ پر سماع کر رہا تھا اور آگ کی حرارت سے بے خبر تھا۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے آگ کے شعلے کو ہاتھ میں لیا اور اپنی آنکھوں میں رکھ لیا' میں اُس کے قریب گیا اُس کی آنکھ میں دیکھا تو ایک نور اُس کی آنکھ سے باہر نکل رہا تھا۔ بعض صوفیہ کو لوگوں نے دیکھا ہے کہ سماع کے دوران ہوا میں اُڑ کر رقص کرتے تھے۔ (عوارف المعارف' ص ۹۵-۹۴)

ابوالمفاخرؒ فرماتے ہیں کہ رقص کے بارے میں حدیث موجود ہے کہ جس وقت حضرت علی ابن ابی طالبؓ اور اُن کے بھائی جعفرؓ اور زید بن حارثہؓ حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے شادی کرنے کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے تھے' حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا ''انت منی و انا منک'' تو انھوں نے رقص فرمایا اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا ''اشبهت خلقی و خلقی'' انھوں نے بھی حضرت علیؓ سے زیادہ رقص کیا اور حضرت زیدؓ سے فرمایا ''اخونا و مولانا'' انھوں نے اس بات پر حضرت جعفرؓ سے بھی زیادہ رقص کیا' اُس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ دخترِ حمزہؓ کو جعفر لیں گے۔

ابوالمفاخرؒ فرماتے ہیں کہ اے مرید خدا سے ڈر' سماع میں حرکت مت کر' البتہ

Marfat.com

جب تجھ سے یہ بے اختیار طور پر صادر ہو جس طرح سے رعشہ میں ہاتھ خود بخود حرکت کرتا ہے یا چھینک اچانک آجاتی ہے کہ ان دونوں کے روکنے پر انسان قادر نہیں۔ شیخ سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ صاحبِ وجد کی شرط یہ ہے کہ وجد کے وقت اگر تلوار اُس کے چہرے پر ماریں تو اُس کو دکھ محسوس نہ ہو۔ مشائخ با اتفاق فرماتے ہیں کہ جو شخص تکلف سے حال میں آئے یا وجد کرے اُس کی سب سے کم ترین سزا یہ ہے کہ وہ ساری عمر کوشش کرے پھر بھی خداوند تعالیٰ حقیقی حال یا حقیقی وجد نہیں دیتا۔ ایک نوجوان شیخ جنیدؒ کی صحبت میں تھا جب بھی وہ کوئی نغمہ سنتا تھا تو نعرے مارتا تھا' شیخ جنیدؒ نے ایک روز فرمایا کہ اگر اس کے بعد ایسا کرو گے تو میری صحبت کو چھوڑ دو' وہ نوجوان اُس کے بعد ضبط سے کام لیتا رہا اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ نغمات (سماع) سنتے وقت اُس کے ہر بال سے پسینے کے قطرے ٹپکتے تھے' اچانک ایک دن اُس نے نعرہ مارا اور جان دیدی۔

شیخ العالم سیف الدین باخرزیؒ کی خدمت میں ایک درویش تھا جس کا نام سدیدالدین خوارزمیؒ تھا جو اپنا مال اور اپنی دکان اللہ کی راہ میں دے کر شیخ العالم کی خدمت میں رہتا تھا اور اُن کے مطبخ میں خدمت کرتا تھا ایک رات شیخ سماع سن رہے تھے' سدیدالدین خدمت سے فارغ ہو کر اور عشا کی نماز ادا کر کے مجلسِ سماع میں آگیا' قوال یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

دردی است درین دلم نهانی — کان دردِ مرا دوا تو دانی
چون مرهم بیدلان تو سازی — در درد دلم فرو نمانی
یارب به درِ که باز گردم — گر تو ز درِ خودم برانی
گر پای سگی درِ تو کوبد — دانم که تو ضایعش نمانی

Marfat.com

از من گنہ آید و من اینم و ز تو کرم آید و تو آنی
گفتم: ارنی، و نیست گشتم از بیمِ جوابِ لَن تَرانی

سدیدالدین نے نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑا اور وفات پا گیا۔ (سماع نامہ ہائے فارسی، ص ص ۳۱۸-۳۱۹)

کہا جاتا ہے کہ سماع ایک راستہ ہے کہ تمام گروہ اُس پر گذرتے ہیں صاحبِ یقین بھی، صاحبِ شک بھی اور منکرینِ سماع بھی۔ سماع بعضوں کو اعلاءِ علیین پر پہنچا دیتا ہے اور بعضوں کو اسفل السافلین کے مقام پر گرا دیتا ہے۔

سماع اور قوالی کو موسیقی کی اعلیٰ واشرف صورت کہا جا سکتا ہے۔ موسیقی کو ابن خلدون نے صنعت شریف کہا ہے، البتہ موسیقی اگر صحیح لوازم و ماحول کے ساتھ نہ ہو تو معاشرے میں موجب فساد بن جاتی ہے اور سیرت و کردار کے لیے ہلاکت خیز ثابت ہو سکتی ہے۔ موسیقی نفس کی تطہیر کا وسیلہ بنا چاہیے نہ کہ حیوانیت کے فروغ کا ذریعہ، ایک مرتبہ جب شاہ عبدالرحیمؒ جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے والد ماجد تھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر مراقبہ میں بیٹھے تھے تو ان پر حضرت قطب صاحبؒ کی روحانیت کا انکشاف ہوا۔ قطب صاحبؒ نے فرمایا کہ شعر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ شاہ صاحبؒ نے عرض کیا **کلام موزون حسنہ حسن وقبیحہ قبیح** (حدیث) یعنی شعر کلام موزوں کا نام ہے جو اچھا شعر ہے اس میں واقعی اچھائی اور حسن ہے اور جو برا شعر ہے اس میں واقعی برائی اور قبح ہے۔ اس کے بعد خواجہ صاحبؒ نے پوچھا حسن صوتِ (آواز کے حسن) کے متعلق کیا کہتے ہو؟ تو عرض کیا کہ اس آیت یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَایَشَآءُ (سورہ ۳۵، آیت ۱) کی تفسیر میں بعض علما نے لکھا ہے کہ

Marfat.com

یہاں زیادت سے مراد حسن صوت ہے' خواجہ صاحبؒ نے فرمایا اگر یہ دونوں جمع ہو جائیں تو تم کیا کہو گے' عرض کیا نُوْرٌ عَلٰی نُوْر یَھْدِیْ اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (سورہ ۲۴' آیت ۳۵) یعنی نورٌ علی نور ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہیں اپنے نور کی جانب ہدایت فرماتے ہیں' فرمایا بس ہمارا سماع یہی تھا۔ (سر دلبران' ص ۲۲)

موسیقی اور سماع:

فیثا غورث اور افلاطون نے کہا تھا کہ انسان پر موسیقی اور نغمات کا اثر اس لیے ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ ہماری روح خداوند تعالیٰ سے جدا ہوئی اس نے آسمانی نغمے سنے تھے اور ان سے وہ مانوس تھی' موسیقی چونکہ ہماری پرانی یادوں کو بیدار کر دیتی ہے اور ہمیں وجد میں لے آتی ہے اس لیے موسیقی سے ہمارا لگاؤ فطری ہے' اس سے منع کرنا موجب فسادِ روحانی اور قانونِ قدرت میں دخل اندازی کے مترادف ہے (سماع در تصوف' ص ص ۵-۴)۔ کچھ اہل فکر و دانش خاص طور پر قدیم یونانی فلسفی فیثا غورث اور مسلم اہل فکر اخوان الصفا کا نظریہ ہے کہ نظام کائنات اور نفس انسانی کی اساس موسیقی کے اصول پر ہے' وہ یوں کہ موسیقی بھی علم ہندسہ اور علم نجوم کی طرح علم ریاضی ہی کی ایک شاخ ہے اور تمام نظام کائنات میں ریاضی کے اصول کارفرما ہیں۔ وہ تناسب' توازن یا ہم آہنگی کا اصول جو موسیقی کی جان ہے وہی اصول نظام کائنات کی بھی اساس ہے اور اسی اصول پر نفس انسانی بھی قائم ہے کہ نفس یا مزاج میں اعتدال و ہم آہنگی کے موجود ہونے کا نام صحت ہے اور مزاج میں اعتدال و ہم آہنگی کے معدوم ہونے کا نام موت ہے ___ کچھ اہل فکر و نظر کا خیال ہے کہ موسیقی سیرتِ انسانی کو نئے سانچوں

Marfat.com

میں ڈھالتی ہے' یہ انسانی روح کو اعتدال و توازن اور ہم آہنگی سے ہمکنار کرتی ہے۔ موسیقی صرف جذبے اور سیرت ہی میں پاکیزگی پیدا نہیں کرتی بلکہ بقول ابونصر سرّاج طوسی مصنف کتاب اللمع اس سے بہت سے امراض کا علاج بھی کیا جاتا ہے ___ سچ تو یہ ہے کہ سنگیت کا سُر تال جسم اور روح کو صحت و نفاست عطا کرتا ہے۔ موسیقی ذہن کو لطیف' طبیعت کو نرم اور قلب کو مسرور ہی نہیں کرتی بلکہ روح کو تازگی بھی بخشتی ہے۔ جو لوگ موسیقی کو پسند کرتے ہیں وہ عام طور پر ذہین' عدل دوست اور نیک دل ہوتے ہیں۔ جو اہل دانش اور اہل دل ہوتے ہیں وہی موسیقی سے دلی لگاؤ رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک ایرانی بادشاہ کا انتقال ہو گیا' اس کا ایک شیر خوار بیٹا تھا' درباریوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی لیکن وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ کیا یہ شیر خوار بادشاہت کے لائق بھی ہے یعنی ذہین اور عدل دوست بھی ہے؟۔ سو سارے اہل دانش و حکمت نے فیصلہ کیا کہ کسی سازندے کو بلایا جائے جو اس بچے کے سامنے ساز بجائے' اگر بچہ ساز کے نغموں کو سن کر تاثر کا اظہار کرے تو عاقل و دانا ہوگا' چنانچہ جب سازندے نے ساز بجایا اور گانے والے نے نغمہ گایا تو وہ شیر خوار بچہ ہنسا اور اس نے ہاتھ پیر ہلانے شروع کر دیئے۔ سارے اہل دربار نے اس بچے کی قدم بوسی کی اور اس کے سر پر تاج رکھ دیا۔ (مصباح الہدایت' ص ۱۸۹۔ رسالہ قشیریہ' باب سماع۔ کشف المحجوب' باب سماع۔ اللمع' باب سماع)

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے گانا یا موسیقی پسند نہیں وہ یا تو جھوٹا ہے یا منافق ہے یا پتھر دل ہے یا وہ انسان ہی نہیں ہے (کشف المحجوب' بکوشش محمد حسین تسبیحی' ص ۵۷۹) ___ موسیقی کے ذریعے ہمارے دل پر غم اور خوشی کے

Marfat.com

جذبوں کا اثر براہ راست مرتسم ہوتا ہے' ایک دانشور کے بقول موسیقی اظہار کی خالص صورت ہے۔ اس کے ذریعہ سے ہمارے شعور پر حقیقت کا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا شعور تخلیقی مسرت سے ہمکنار ہو گیا ہے۔ شاعری کی طرح موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے لیے ذہن پر بوجھ ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی کہ موسیقی الفاظ' معانی اور تصورات کے بوجھ سے بوجھل نہیں ہوتی ــــــ ہربرٹ ریڈ نے لکھا ہے کہ موسیقار وہ واحد ہستی ہے جو اپنے شعور کے بطن سے فنی تخلیق کو جنم دیتا ہے' ورنہ دوسرے فنکار تو ظاہری دنیا سے کچا مواد حاصل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں مثلاً مصور رنگ کا دست نگر ہے' شاعر الفاظ کا اور معمار چونے اور گارے کا (وزیر آغا' مقالات' ص ۱۶۳۔ سماع در تصوف' ص ۶۹) ــــــ البتہ موسیقی موسیقی میں فرق ہے' ایک موسیقی سینما ہال کی ہے جس سے نفس کو لذت ملتی ہے' ایک موسیقی وہ ہے جس سے روح کو راحت ملتی ہے' جو دل کی آواز ہے ــــــ قرآن پاک کی آیات میں جو ملکوتی آہنگ یا غنائیت ہے وہ موسیقی کی روح ہے' جن کے پڑھنے اور سننے سے روح کو تازگی' جن کے سمجھنے سے دل و دماغ کو روشنی ملتی ہے اور جن پر عمل کرنے سے دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتی ہیں۔

ایران اور برعظیم پاکستان و ہند موسیقی کے حوالے سے دنیا میں مشہور ہیں۔ ایرانی روایات میں ہے کہ موسیقی کا ماخذ ایک پرندہ ققنس یا موسیقار ہے جس کی چونچ میں سات سوراخ ہوتے ہیں اور ہر سوراخ سے ستر راگ نکلتے ہیں۔ شاہان ایران کے محلوں کے دروازے پر ہر روز پانچ مرتبہ نقارہ بجایا جاتا تھا جسے وہ نوبت کہتے تھے۔ خسرو پرویز اور بہرام گور کے دربار میں موسیقی کو بڑی پذیرائی حاصل تھی' خود بہرام

Marfat.com

رقص و سرود کا شیدائی تھا' اس نے ہندوستان سے بارہ ہزار گانے والیاں منگوائی تھیں۔ مشہور زمانہ موسیقار ''بار بد'' خسرو پرویز ہی کے دربار سے وابستہ تھا ___ ایران میں بار بد کو موسیقی میں وہی شہرت حاصل ہے جو ہندوستان میں تان سین کو ملی تھی ___ ایران میں موسیقی ہندوستانی سنگیت کی طرح ریاضیاتی ہے' اس کے بارہ مقامات علم نجوم کے بارہ برجوں پر تقسیم کیے گئے اور چوبیس گھنٹوں کی رعایت سے چوبیس راگ بنائے گئے ہیں ___ ہندوستان میں موسیقی اور رقص نے مذہب کے دامن میں پرورش پائی ہے۔ مندروں میں صبح و شام دیوتاؤں کی مناجات میں بھجن گانے کا رواج ہے۔ دیوداسیاں دن میں دوبار دیوتاؤں کو رجھانے کے لیے ناچتی گاتی ہیں' ان کی تعلیم و تربیت پنڈت کیا کرتے ہیں۔ گانے والوں کے کئی طبقے ہیں' سنگیت کے عالم کو پنڈت کہتے ہیں' اس کے بعد گُنی کا درجہ ہے' اس سے جو بڑھ جائے اسے گندھرپ کہتے ہیں' اس کے بعد گائن کا درجہ ہے اور سب سے اعلیٰ مقام نائک کا ہے جو راگ کا موجد ہوتا ہے۔ امیر خسروؒ کو نائک کا مرتبہ حاصل تھا۔ ہندوستان میں موسیقی کے سات سُر ہیں' جن کی تعداد سات سیاروں کی تعداد کی رعایت سے رکھی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مشہور موسیقار تان سین جب دیپک راگ گاتے تھے تو بجھے ہوئے چراغ روشن ہو جاتے تھے۔

حکما کہتے ہیں کہ علمِ موسیقی کی روش گردشِ افلاک کی وضع پر ہے' اس کے بارہ پردے ہیں اور یہ بارہ پردے آسمان کے بارہ برجوں کے برابر ہیں۔ موسیقی کی سات آہنگیں ہیں' اسی طرح سے آسمان میں سات ستارے ہیں' موسیقی کے چار اصول ہیں' اسی طرح چار عناصر (آگ' مٹی' ہوا' پانی) ہیں۔ (سماع نامہ ہائے فارسی از نجیب مایل ہروی' ص ۲۸۲)

Marfat.com

موسیقی اور رقص کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اہل ذوق کہتے ہیں کہ موسیقی آواز کا رقص ہے اور رقص اعضائے بدن کی شاعری ہے۔ صوفیہ میں رقص وسماع دونوں تقریباً ساتھ ساتھ رائج رہے ہیں۔

مناقب صوفیہ میں اردشیر العبادیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ لذتِ کامل سوائے حالتِ سماع کے نہیں پائی جا سکتی' جب داؤدؑ زبور پڑھنا شروع کرتے تھے پریاں' انسان' حیوانات اور پرندے سننے کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوموسیٰ الاشعری کے بارے میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوموسیٰ کو داؤدؑ کی سی آواز دی ہے۔

کاشانیؒ فرماتے ہیں کہ آدابِ سماع میں سب سے پہلا ادب یہ ہے کہ سماع خلوص نیت سے سنا جائے۔ اگر دل میں خلوص نہ ہو تو دل کی صفائی میں کوشش کی جائے۔ مجلس سماع میں مکروہات ومنکرات سے بچنا چاہیے۔ مجلس سماع میں سب لوگ باادب بیٹھیں' سکون ووقار کو اپنا شعار بنائیں اور ہر قسم کی فضول حرکت سے اجتناب کریں۔

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ سماع اُس شخص کے لیے فتنہ ہے جو اسے طلب کرتا ہے اور اُس کے لیے روحانی مسرت ہے جو اسے پاتا ہے:

السماع فتنة لمن طلبه و ترويح لمن وجده

(مصباح الہدایت' ص۱۹۱)

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ "السماع ظاهره فتنة و باطنه عبرة"
فمن عرف الاشاره حل له استماع العبرة الا فقد استدعى الفتنة و

Marfat.com

تعرض للبلیة۔۔ سماع ظاہری طور پر فتنہ ہے اور باطنی طور پر عبرت ہے' جو اہل اشارت ہے اس کے لیے سماع عبرت ہے اور حلال ہے ورنہ دوسری صورت میں یہ فتنہ وبلا ہے۔ (کشف المحجوب' باب سماع)

استاد ابو علی دقاقؒ کا قول ہے کہ عوام کے لیے سماع حرام ہے چونکہ ان کا نفس زندہ ہے۔ زاہدوں کے لیے مباح ہے کہ انہوں نے مجاہدہ کیا ہے اور ہمارے اصحاب کے لیے مستحب ہے کہ ان کے دل زندہ ہیں۔ (رسالہ قشیریہ' ص ۶۰۰)

امام غزالیؒ کی نظر میں پانچ ایسے مقامات ہیں کہ جن سے سماع حرام ہو جاتا ہے:

(۱) سماع کرنے والی یعنی گانے والی عورت ہو جس کا دیکھنا جائز نہ ہو اور اُس کے گانے سے فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔ اسی طرح سے چھوٹی عمر کا لڑکے کے بارے میں بھی یہی حکم ہے' ایسا سماع حرام ہے۔

(۲) سماع کے آلات جو عام طور پر شراب خور یا مخنث استعمال کرتے ہیں جیسے بانسری' ڈھول وغیرہ نہیں ہونے چاہئیں۔ البتہ دف کا بجانا جائز ہے۔

(۳) شعر اور گیت اگر ان میں کوئی چیز فحش اور ہجو والی نہ ہو یا جھوٹ نہ ہو یا صحابہؓ کی شان میں گستاخی نہ ہو تو اُس کا سننا جائز ہے ورنہ حرام ہے۔

(۴) سننے والے پر اگر خواہشِ نفس غالب ہو تو اُس کے لیے سماع حرام ہے۔

(۵) سننے والا وہ شخص ہو جس کے دل میں خدا کی محبت غالب نہ ہو لیکن خواہشِ نفس بھی اُس پر غالب نہ ہو ایسے شخص کے لیے سماع مباح (جائز) ہے۔

(سماع نامہ ہائے فارسی' ص ص ۱۲۰-۱۱۸)

Marfat.com

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی نظر میں ایسے اشعار گانا یا پڑھنا جن میں خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو' عبادتوں کا ذکر ہو' جنت' دوزخ کا ذکر ہو یا ایسے قصائد و نظمیں پڑھنا جن میں جہاد اور حج کی خوبیاں بیان کی گئی ہوں وہ جائز ہے' ایسے اشعار جن میں عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف ہو یا محبوب کے حسن کا ذکر ہو' ایسی محفلیں قائم کرنا جن میں یہ اشعار پڑھے جائیں صوفیہ کے شایانِ شان نہیں' البتہ ایسے اشعار جن میں وصل و فراق اور آرزوؤں کا بیان ایسے رموز و کنایات کے ساتھ ہو جن کو حق تعالیٰ کی ذات پر محمول کرنا دشوار نہ ہو' ان کے سماع سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ سماع کے اشعار میں جو الفاظ بیان کیے جاتے ہیں ان میں سے زلف قربتِ حق کے معنوں میں ہے جیسا کہ فرمانِ حق ہے لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (سورہ ۳۹' آیت ۳) (یعنی تا کہ مقرب کر دیں ہمیں خدا کی طرف) اور زلف کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ وہ رخسار کے تل کے دانے کو چھپا لیتی ہے۔ (سیر الاولیا' ص ۵۰۴)

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ صوفیہ نے سماع اور تصوف کے حوالے سے بہت سے الفاظ استعمال کیے ہیں جو اپنے خاص معانی یعنی عارفانہ معانی رکھتے ہیں اور جو اشعار میں بھی آتے ہیں۔ یحییٰ باخرزیؒ نے چند ایسے الفاظ کا ذکر کیا ہے جو بحوالہ ''سماع نامہ ہای فارسی'' ذیل میں مختصراً بیان کیے جاتے ہیں:

(۱) بُت: ہر وہ چیز جو انسان کے دل کو مطلوب و مقصود ہو' اگر وہ چیز غیر اللہ ہو تو وہ مذموم ہے اور اگر مقاماتِ سلوک میں سے کوئی مقام ہے تو اُس کو قابلِ تعریف کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

(۲) بُت خانہ: وہ دل جس میں دنیا اور آخرت کی طلب ہو۔ اسی طرح وہ دل جس میں دینی مقامات میں سے کسی مقام کی طلب ہو۔

(۳) ترسا: صوفیہ کی اصطلاح میں مردِ روحانی کو کہتے ہیں جو نفس و جسم سے مجرّد ہو کر مرتبۂ روح میں پہنچ جاتا ہے۔

(۴) ترسا بچہ: روحانیت کے پیغام کو ترسا بچہ کہتے ہیں یعنی وہ واردات جو عالمِ ارواح سے دلوں پر وارد ہوتی ہے وہ ترسا بچہ کہلاتی ہے۔

(۵) خرابات: اِس سے مراد ہے رسوم و آداب کو بدل دینا۔ اس کے علاوہ خرابات سے مراد وہ قابلِ مذمت وجود بھی ہے جو شرابِ غرور سے مستِ غفلت ہو اور جس میں تقلید کرنے کی عادت پختہ ہو چکی ہو۔

(۶) دُرد: روح اور قلب کے اُن احوال کو جو نفسانی خواہشات کے ساتھ مل جائیں اور وجود کا کچھ حصہ اُس میں باقی ہو اُسے دُرد کہتے ہیں۔

(۷) دَیر: دَیر سے مراد عالمِ اطلاق ہے جو عالمِ وحدتِ ذات ہے اور عالمِ روحانی ہے۔

(۸) زُلف: ہر وہ چیز جو انسان کو محجوب کر دے' اِس سے مراد کفر اور حجاب بھی ہے۔

(۹) زُنار: عبادت اور عبودیت میں ہیشگی کے ساتھ قائم رہنا۔

(۱۰) شاھد: وہ حقیقت جو کامل طور پر مشاہدہ میں آ جائے اور جس میں شک یا تردد باقی نہ رہے۔

(۱۱) شراب: جہاں کہیں بھی لفظ شراب آیا ہے اُس سے مراد شرابِ محبت

Marfat.com

ہے۔ عاشق یا محب جو کام بھی کرتا ہے وہ محبوب (حق) کے حکم سے یا محبوب (حق) کے لیے کرتا ہے' بس اس کا ہر کام حق جل علیٰ شانہ کا ہوتا ہے:

ھر دم کہ دلم از غمت انباز شود　　صد در ز طرب بر دلِ من باز شود
بہ زان نبود کہ جانِ فدای تو کنم　　تیھو کہ فدای بازشد' باز شود

(یعنی جب بھی میرے دل میں تیرا غم آتا ہے تو شادمانی کے سینکڑوں دروازے میرے دل میں کھل جاتے ہیں' اس سے بہتر کیا ہوگا کہ میں تجھ پر جان قربان کردوں۔ چڑیا جو باز پر قربان ہو جائے وہ تو باز ہی بن جاتی ہے)

(۱۲) شرب: شراب پینے سے مراد یہ ہے کہ قلب کو یہ شراب محبت دے تا کہ وہ شرابِ محبت سے مست اور مملو ہو جائے۔

(۱۳) کعبہ: ہر وہ چیز جو الٰہیت کا مقام و محل ہو۔ حیوانات میں انسان کعبہ ہے کہ خلیفۂ خدا ہے' اعضائے انسانی میں سے دل کعبہ ہے کہ قلب مومن عرش اللہ ہے' حروف میں سے الف کعبہ ہے کہ جو بظاہر تو موجود ہے لیکن اس کی حقیقت غایب ہے۔

(۱۴) کفر: اس کے معنی چھپانے کے ہیں' یہ لفظ مدح و ذم یعنی تعریف و مذمت دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کفرِ محمود یہ ہے کہ دونوں جہان کو اپنے دل پر چھپا لے اور اپنے نفس کا کافر (منکر) بن جائے تا کہ سرِ ہویّتِ اللہ ظاہر ہو جائے اور مومنِ صادق بن جائے۔

کفر مذموم یہ ہے کہ حقایقِ دین چھپ جائیں اور صرف رسمی عبادت پر قناعت کرلی جائے۔

منصور حلاج نے اپنے بیٹے کو خط لکھا تھا:

Marfat.com

یا بنیّ سترک اللہ علیک ظاہر الشریعت و کشف علیک حقیقۃ الکفر' فان ظاہر شریعۃ کفر خفی و حقیقۃ الکفر معرفت جلیہ و استغفر اللہ واتوب الیہ۔

(۱۵) محبت: جس کو خداوند تعالیٰ اپنی محبت یا عشق کے لیے قبول کر لیتا ہے تو اپنے جمال سے اُس پر ایک راز کشف کر دیتا ہے اور اپنے جلال کے کمال کی پاکیزگی کو اُس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ سیف الدین باخرزیؒ فرماتے ہیں:

عشق است کہ شیرِ نر زبون آید ازو　　بحری است کہ طرفہ ھا برون آید ازو
گہ دوستیی کند کہ روح افزاید　　گہ دشمنیی کہ بوی خون آید ازو

(یعنی عشق وہ ہے جس سے شیر نر بھی مغلوب ہو جاتا ہے' ایک سمندر ہے جس سے عجائبات رونما ہوتے ہیں' کبھی دوستی کرتا ہے کہ روح کو راحت بخشے اور کبھی دشمنی کرتا ہے ایسی کہ اس سے خون کی خوشبو آتی ہے)

با عشق تو من بہ خرمی می سازم　　با غم بہ امید بی غمی می سازم
در من اثر ھلاک پیداست　　می دانم و خود را عجمی می سازم

(یعنی تیرے عشق کے ساتھ میں شادمانی سے موافقت کرتا ہوں اور غم کے ساتھ بے غمی کی امید سے موافقت کرتا ہوں' میں جانتا ہوں کہ میں عشق میں ہلاک ہو رہا ہوں لیکن ظاہر کرتا ہوں کہ میں نہیں جانتا)

(۱۶) محراب وقبلہ: اِس سے مراد وہ مقصود و مطلوب ہے جس کی جانب دل اور سر متوجہ ہو۔

(۱۷) مسجد و مدرسہ و خانقاہ: ان تینوں لفظوں سے مراد ظاہری عادات و

Marfat.com

رسوم ہیں۔

(۱۸) منارہ: اس سے مراد ہے شہرت وخودنمائی:

تا مدرسہ و منارہ ویران نشود   این کار قلندری بہ سامان نشود

(۱۹) ناقوس: وہ جذبہ جو خدا کی طرف سے اُسے تنبیہہ کے طور پر آئے اور انسان کو توبہ کی طرف مایل کرے۔

(۲۰) نماز: اِس سے مراد حضورِ حق ہے۔

(۲۱) وجہ: اِس سے مراد ایمان ویقین وعرفان وحقیقت ہے۔

(سماع نامہ ہای فارسی' ص ص ۳۶۲-۳۵۰)

سرِّ دلبران میں بھی اسی نوع کے الفاظ کی تشریح کی گئی ہے جن کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے:

(۱) آغوش: احاطۂ وجود۔

(۲) ابرو: صفاتِ حق تعالیٰ' جب ان پر ذات کا پردہ پڑا ہو' کبھی ابرو سے قاب قوسین کی طرف بھی اشارہ کیا جاتا ہے اور کبھی ابرو سے الہامِ غیبی بھی مراد ہوتا ہے۔

(۳) بادہ: عشق الٰہی کا فیضان جو سالک کے دل پر وارد ہوتا ہے اور اسے مست وبیخود کر دیتا ہے۔

(۴) بادہ فروش: مرشد' پیر' شیخ۔

(۵) بلبل: عارف ربانی۔

(۶) بوسہ: عشق ومحبت' نفخِ روح' فیضِ روحانی۔

Marfat.com

(۷) بہار: عالمِ علم، ذوق و شوق۔

(۸) پیالہ: چشمِ محبوب۔

(۹) پیام: اوامر و نواہی۔

(۱۰) پیرِ میکدہ: مرشد جسے پیر خرابات اور پیر مغان بھی کہا جاتا ہے۔

(۱۱) پیمانہ: ہر وہ چیز جس میں انوارِ غیبی کا مشاہدہ ہو، اسے ساغر بھی کہتے ہیں۔

(۱۲) جام: باطنِ عارف۔

(۱۳) خال: نقطۂ وحدت۔

(۱۴) خُم: جائے وقوف۔

(۱۵) خمار: محبوب و محبّ کے درمیان حجابات۔

(۱۶) خمخانہ: عالمِ غیب و شہادت۔

(۱۷) رخسار: حقیقت جامعہ اور کبھی وحدانیت کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔

(۱۸) رقیب: نفسِ امّارہ۔

(۱۹) رِند: جو رموز و حقایق کو برملا بیان کرتا ہے۔

(۲۰) ساقی: شرابِ محبت پلانے والا۔

(۲۱) سوز و ساز: سوز یادِ حق میں سوزشِ عشق ہے اور ساز یافتِ ذات ہے، گویا سوز و ساز فنا و بقا ہے۔

(۲۲) سیمرغ: ذاتِ مطلق، عقلِ کل۔

(۲۳) صبا: وہ ہوا جو صبح کے وقت عرش کے نیچے سے چلتی ہے۔

(۲۴) صراحی: مقامِ مستی، وجد۔

Marfat.com

(۲۵)صومعہ: مقامِ تنزیہہ۔

(۲۶)عیش: دوامِ حضوری۔

(۲۷)غنچہ: گُلِ ناشگفتہ یعنی حقیقتِ عالم قبل تحقیقِ عالم۔

(۲۸)فراق: مقامِ وحدت سے غایب ہونا۔

(۲۹)قاف: حقیقتِ انسانی۔

(۳۰)کافر: صاحبِ اعمال جو مرتبۂ اسماوصفات وافعال سے بلند نہ ہوا ہو۔

(۳۱)کفر: کثرت کا وحدت میں پوشیدہ کر دینا۔

(۳۲)گل: لذتِ معرفت۔

(۳۳)لب: فیضِ رحمانی، کلامِ معشوق۔

(۳۴)مژگان: بصیرتِ ازلی۔

(۳۵)مستی: حیرت و ولولہ جو سالک صاحبِ شہود کو جمالِ دوست کے نظارے میں پیدا ہو۔

(۳۶)مغبچہ،مغبچہ ہا: اہلِ روحانیات۔

(۳۷)نرگس: نتیجہ جو دل میں پیدا ہو۔

(۳۸)وجد: احوالِ صادقہ جو قلب پر وارد ہوں۔

(۳۹)وصال: تعین کا اٹھ جانا اور ہستی مجازی سے جدا ہو جانا۔

(۴۰)ہجران: ظاہر و باطن میں غیر کی جانب التفات کرنا۔

(۴۱)ہویّت: حق تعالیٰ کی ذات کی جانب اشارہ ہے۔

بابا کوہی (وفات ۴۴۲ھ) کی یہ غزل جو ایسے الفاظ پر مشتمل ہے جو عارفانہ

Marfat.com

معانی رکھتے ہیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہے:

دوش از صومعہ در میکدہ رفتم سحری — تا بیابم ز خرابات نشان و خبری
بر درِ دیرِ مغان، مغ بچگان را دیدم — آن یکی بود چو خورشید و دگر چون قمری
از سرِ صدق و صفا دست در آغوشم کرد — سینہ بر سینۂ من زد ز صفا سیم بری
بوسہ ھا بر لب من داد و قدح پیش آورد — گفت مارا بجز این نیست، بہ عالم ھنری
نوش کردم قدحی چند از آن جامِ طھور — دیدم از پرتوِ دیدار بجان در اثری
کشف شد سرِّ ازل تا بہ ابد در یکدم — برم از عالمِ اسرار گشادند دری
گوش جان را بگرفت و قدحی دیگر داد — گفت بشناس مرا از خود و از ھر بشری
گفت: کوھی کہ منم جمع باسماء و صفات — ھر چہ بینی بہ جھان خشک و تری، خیر و شری

(سیر عرفان در اسلام، ص ص ۳۸۴-۳۸۳)

سماع وسرود کے لیے وہ صوفیہ جو محتاط ہیں چند شرطیں عائد کرتے ہیں کہ سننے والا اہل ہوس نہ ہو بلکہ صاحب دل اور صاحب حال ہو۔ سنانے والا نو عمر لڑکا نہ ہو اور نہ عورت ہو بلکہ مرد ہو۔ کلام یا شعر فحش نہ ہو بلکہ حمد و نعت پر مشتمل ہو۔ چنگ و رباب اور دوسرے گانے کے آلات نہ ہوں۔ سماع با وضو سنا جائے، خلاف شرع کوئی بات نہ ہو۔ جہاں سماع ہو رہا ہو وہاں عوام یا نااہلوں کا گذر نہ ہو۔ سماع نماز کے اوقات میں نہ ہو۔ قوالوں کو نذرانے میر مجلس کے ذریعے پیش کیے جائیں۔ محفل سماع میں اگر کسی پر وجد طاری ہو جائے اور وہ کھڑا ہو جائے اور رقص کرنے لگے تو سب کھڑے ہو جائیں اور رقص شروع کر دیں۔

بعض صوفیہ نے سماع کیلیے تین شرطیں فرمائی ہیں: مکان، زمان، اخوان۔

Marfat.com

شرط مکان یہ ہے کہ جہاں سماع ہو رہا ہو وہاں عوام اور نا اہلوں کا گذر نہ ہو اور وہاں یکسوئی پیدا کرنے والے اسباب مہیا ہوں۔ شرط زمان یہ ہے کہ سماع ایسے وقت میں ہو جس میں کوئی شرعی ممانعت نہ ہو۔ مثلاً نماز کا وقت نہ ہو۔ دلوں میں یکسوئی ہو اور جمعیت خاطر حاصل ہو۔ اخوان یعنی ہم نشین ایسے ہوں جو ہم مشرب ہوں، ہم مذاق ہوں اور ہم رنگ ہوں (سماع نامہ ہائے فارسی، ص ۳۲۵) ___ لفظ اخوان کے معنی بھائیوں کے ہیں۔ بھائی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ اخوت کی ایک زنجیر تو وہ ہے جس میں جمیع نوع انسانی بوجہ ایک دادا یعنی آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے جکڑی ہوئی ہے، یہ اخوت عام ہے، اخوتِ خاص اخوت اسلامی ہے۔ جس میں ہر کلمہ گو شریک ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بوجہ کلمہ گو ہونے کے بھائی ہے لیکن یہاں یعنی سماع کے سلسلہ میں ہم نشینی کے لیے جس اخوت کی ضرورت ہے وہ اخوت اسلامی سے بھی اخص ہے، یہ وہ اخوت ہے جس کا ذکر اس آیتِ قرآنی میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَنَزَعْنَامَافِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ '' (اور نکال ڈالا ہم نے اُن کے سینوں میں سے کھوٹ، بھائی بن جاویں گے اور تختوں کے آمنے سامنے (بیٹھ کر) نہ لگے گی ان کو بیچ اس کے کوئی مشقت اور وہ اُس سے نکالے ہوئے ہوں گے) (سورہ ۱۵، آیت ۴۷)، یہ اہل جنت کے اوصاف ہیں۔ مشرب صوفیہ میں جو حضرات آپس میں ہم رنگ ہیں اُن پر بھی یہی اوصاف صادق آتے ہیں۔ حضرت شیخ الطریقت ابوالفتح شہاب الدین احمد بن محمد غزالیؒ برادرِ امام حجۃ الاسلام ابوحامد غزالیؒ اس آیت شریف کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''وَنَزَعْنَا مَافِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ ''، اس آیت

Marfat.com

سے مراد اہل معرفت ہیں۔نزعنا کے معنی مٹادیا ہم نے۔مافی الصدور سے مراد اہلِ معرفت اور اہلِ شہود اور صاحبانِ اذواقِ رقیقہ کے سینے ہیں۔من غلٍ سے مراد دنیاوی حظوظ کا طلب کرنا اور انسانی شہوتوں کا پورا کرنا۔اخواناً جو اس آیت میں ہے اُس سے یہ مراد ہے کہ وہ لوگ انوار و طاعت و معارف کے حاصل کرنے میں باہم شریک ہیں' اس لیے کہ بھائیوں میں شراکت ہوتی ہے"علی سررٍ" جو اس آیت میں ہے اُس سے مراد احوال اور مقامات اسمائیہ ہیں۔متقابلین سے یہ مراد ہے کہ جن کی عقل کا حکم اُن پر غالب ہے اُن کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں جن پر اُن کے قلب کا حکم غالب ہے۔پھر اُن کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں جن پر اُن کی رُوح کا حکم غالب ہے اور ان کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں جن پر اُن کے سرّ کا حکم غالب ہے۔لایمسھم فیھا نصب سے مراد یہ ہے کہ ان کو علم باللہ اور علم بامر اللہ اور علم بتدبیر اللہ میں کوئی حجاب رجوعِ نفس کی طرف سے لاحق نہیں ہوتا۔ماھم منھا بمخرجین سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے باغ سے جو کشف و طاعات اور معارف کا ہے نہ نکلیں گے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رتبۂ کمال پر پہنچایا اور مراتب وجود کا علم عطا فرمایا تو وہ اُن سے اُسے ہرگز نہ چھینے گا کیونکہ وہ سخی اور کریم ہے جب دیتا ہے تو بڑھاتا ہے اور واپس نہیں لیتا۔مختصر یوں کہ اخوان سے مراد یہ ہے کہ مجلس سماع میں اہل حق کو بلایا جائے۔

(سر دلبراں' ص ص ۲۰۸-۲۰۷)

مجلس سماع میں متکبر اور متکلف لوگ شریک نہ ہوں اور مجلس میں سب لوگ سر جھکا کر باادب بیٹھیں' ایک دوسرے سے بات نہ کریں اور نہ ایک دوسرے پر نظر ڈالیں۔نہ ہاتھ پاؤں ہلائیں۔دل تمام تر حق تعالیٰ کی جانب متوجہ رہے۔سماع کی

Marfat.com

محفل میں خلوص نیت کے ساتھ باوضو شریک ہونا چاہیے۔ کسی خاص غزل کے گانے یا کسی خاص راگ میں غزل گانے کی فرمائش نہیں کرنی چاہیے اور اگر قوال کی آواز پسند آئے تو پسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر آواز ناپسند ہو تو ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر درویشوں میں سے کسی ایک کی پگڑی گر جائے اور شیخ بھی اپنی پگڑی اتار دے تو دوسرے بھی اس کی موافقت کریں۔ اگر شیخ اپنی پگڑی نہ اتاریں تو دوسرے بھی اپنی پگڑی نہ اتاریں ــــ سماع کا آغاز و اختتام تلاوت کلام پاک سے ہونا چاہیے۔ ممشاد دینوریؒ فرماتے ہیں کہ خواب میں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، میں نے ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع کے بارے میں پوچھا فرمایا سماع میں کوئی برائی نہیں البتہ اس کا آغاز و اختتام تلاوت قرآن پاک سے ہونا چاہیے۔

سماع کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ اگر سماع کے وقت شیخ یا کوئی بزرگ حاضر ہو اور وہ سماع میں اُٹھ جائے دوسرے بھی سماع میں اُٹھ جائیں اور ہر ایک اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور جب شیخ ایک شخص کو اپنی طرف کھینچے وہ شخص تنہا سر تسلیم خم کرے اور اگر دوسروں کو بھی اپنی طرف شیخ کھینچے تو وہ لوگ اُس کی اطاعت کریں اور شیخ کی موافقت میں تواجد کریں، اس قسم کا تواجد اگرچہ پر تکلف ہوتا ہے قابلِ تعریف ہے۔ اگر سماع کے وقت شیخ کے سر سے دستار گر جائے تو سب لوگوں کو چاہیے کہ اُس کی موافقت میں اپنی دستار بھی نیچے پھینک دیں البتہ اگر کسی کے پاس کوئی واضح عذر ہو تو وہ ایسا نہ کرے اور جب شیخ بیٹھ جائیں سب اُس کی موافقت میں بیٹھ جائیں۔ اگر کسی درویش پر حال پیدا ہو جائے اور وہ وجد کرنا شروع کر دے اور کھڑا ہو جائے اور پھر شیخ

Marfat.com

بھی کھڑا ہو جائے تو دوسرے بھی کھڑے ہو جائیں اور اگر شیخ نہ کھڑا ہو اور دوسروں کو کھڑا ہونے کا اشارہ کرے تو دوسرے سب لوگ کھڑے ہو جائیں اور اگر شیخ کھڑا ہونے کا اشارہ نہیں کرتا تو سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں' آخر وہ درویش کچھ دیر وجد کر کے خود بخود بیٹھ جائے گا۔

اگر کسی درویش کی دستار سر سے گر جائے اور شیخ بھی اپنی دستار اُتار دیں تو دوسرے بھی اپنی دستار اُتار دیں۔ اگر شیخ اپنے خلیفہ کے ساتھ حاضر ہو اور درویشوں میں سے ایک درویش کھڑا ہو جائے اور دوسرے بھی کھڑے ہو جائیں تو اس قسم کی صورت میں موافقت کرنا مروت کی نشانی ہے' البتہ شیخ کی موافقت کرنا ضروری اور لازمی ہے۔ اگر کسی کو کوئی بیماری یا زخم لگا ہوا ہو اور وہ موافقت نہ کرے اُس سے باز پرس نہیں کرنی چاہیے' اگر وہ عادتاً ایسا کرتا ہے تو اُس سے باز پرس کرنی چاہیے۔ اگر شیخ خرقہ پھینک دے اور دستار اُتار دے تو تمام حاضرین کو شیخ کی پیروی کرنا لازم ہے۔ خرقہ پھینکنا درحقیقت تصوف میں ترکِ عادت کی نشانی ہے اور دستار اُتارنا سروری کو چھوڑنا ہے اور حبِ ریاست کو ختم کرنا ہے اور ہاتھ ہلانا غیرِ حق کو چھوڑنا ہے بلکہ غیرحق سے ہاتھ اُٹھا لینا ہے' ناچنا اس بات کا اشارہ ہے کہ مرکزِ وحدت یا توحیدِ خداوندی کے مرکز پر طواف کیا جا رہا ہے' وہ مرکزِ وحدت جو حقیقت الحقایق ہے اور پاؤں پر کھڑا ہونا اس بات کا اشارہ ہے کہ عبودیت میں ہم پختہ ہیں اور بیٹھنا اس بات کا اشارہ ہے کہ عجز وانکسار میں ہم کامل ہیں۔ (سماع نامہ ہائے فارسی' ص ص ۲۹۲-۲۹۱)

علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ سماع کے آداب کی شرط یہ ہے کہ صوفی سماع کو عادت نہ بنائے اور کبھی کبھی اسے سنے تاکہ دل میں اُس کی تعظیم ختم نہ

Marfat.com

ہواور یہ بھی ضروری ہے کہ سماع کے وقت کوئی بزرگ مجلس میں موجود ہواور دل میں کسی قسم کے لہو ولعب کا خیال نہ آئے۔ اگر دل یہ چاہے کہ رقص کرے تو ایسا ہی کرنا چاہیے' اگر رقص کرنے کو دل نہ چاہے تو نہ کرے۔ (کشف المحجوب، باب آداب السماع)

شیخ شہاب الدینؒ فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد صدق و راستی اور خلوصِ نیت پر ہے۔ تصوف کو سنجیدگی سے اختیار کرنا چاہیے۔ مجلسِ سماع میں صفائی قلب اور پاکی نیت کے ساتھ سچائی اور وقار کے ساتھ بیٹھنا چاہیے اور ہر قسم کی خواہشِ نفس سے دور رہ کر سماع سننا چاہیے' کپڑے پھاڑنا' خرقہ پھینکنا اور سر سے عمامہ اتارنا یا گرانا محض تکلف اور تصنع اور ریاکاری ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ سماع کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں: (۱) سماع سننے والا فراغِ دل رکھتا ہو اور پریشان خاطر نہ ہو۔ (۲) جہاں پر سماع سنا جا رہا ہے وہ جگہ بھی دلکش ہو۔ (۳) سماع سننے والے ساتھی ہم جنس ہوں یعنی سب ہی اہلِ سماع ہوں۔

عزالدین محمود کاشانیؒ مصباح الہدایت میں فرماتے ہیں کہ مجلسِ سماع میں شریک ہونے کا سب سے پہلا ادب خلوص نیت ہے' خواہشِ نفس سے پرہیز کرنا واجب ہے' مجلسِ سماع میں کسی بزرگ کا ہونا ضروری ہے۔ اگر مجلسِ سماع میں مکروہات یا منکرات ہوں تو ایسی محفل میں شریک ہونا نہیں چاہیے ____ خواجہ عثمان ھروَنیؒ فرماتے ہیں کہ مجلس سماع میں اگر کوئی متکبر زاہد یا دنیادار شخص موجود ہو تو سماع حرام ہے۔ اگر قوال اہل غفلت میں سے ہو یا بے وضو ہو یا تارکِ نماز ہو یا لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہوں یا عورتیں یہ نظارہ دیکھ رہی ہوں یا نوجوان اور بچے

Marfat.com

مجلسِ سماع میں ہوں یا مجلسِ سماع میں اہل غفلت شریک ہوں تو سماع حرام ہے۔ مجلس سماع میں اہل سماع کو چاہیے کہ نہ تو ایک دوسرے کی طرف دیکھیں' نہ ایک دوسرے سے بات کریں' نہ کوئی چیز کھائیں' نہ سر کو ہلائیں' مختصر اًیوں کہ تکلف سے کوئی حرکت نہ کریں بلکہ دل کو حق تعالیٰ کی طرف مرکوز رکھیں اور اس بات کے منتظر رہیں کہ کونسی (روحانی) فتح (روحانی مرتبہ) دل حاصل کرتا ہے:

مردان چو در سماع قدم با خدا زنند
داند خدا نفس ز کجا تا کجا زنند

(خواجہ عثمان ہرونیؒ' گنج اسرار نسخہ خطی-- ایضاً ص ۷۰-۶۹)

ابوالمفاخر یحییٰ باخرزیؒ فرماتے ہیں کہ سماع کے وقت گانے والے کو ''اَحسنت'' و ''آفرین'' نہیں کہنا چاہیے اور گانے والے کے شعر کو (اگر وہ غلط ہو تو) درست نہیں کرنا چاہیے اور استقامتِ دل کے ساتھ سننا چاہیے۔ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ گانے والے کی تعریف کرنی چاہیے چونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعر کی تعریف فرمائی تھی۔ (سماع نامہ ہائے فارسی' ص ۳۲۶)

ابو عثمان حیریؒ کہتے ہیں کہ سماع تین قسم کا ہے:

(۱) سماعِ مریدان و مبتدیان: یہ لوگ سماع سے احوال کی استدعا کرتے ہیں۔ انھیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں سماع سے فتنہ وریا کی برائی میں نہ پھنس جائیں۔

(۲) سماعِ صادقان: یہ لوگ اپنے احوال کی زیادتی چاہتے ہیں اور سماع کو وقت کے مطابق سنتے ہیں۔

(۳) سماعِ اہلِ استقامت: یہ لوگ عارفانِ حق ہیں جو اپنے اوپر اختیار نہیں

Marfat.com

رکھتے' جو خدا چاہتا ہے وہی حال اُن پر وارد ہو جاتا ہے۔

بُندار بن الحسینؒ فرماتے ہیں کہ سماع کی تین قسمیں ہیں:

(۱) سماع بہ طبع' (۲) سماع بہ حال' (۳) سماع بہ حق۔

(۱) وہ لوگ جو طبعیت سے سنتے ہیں اُس میں خواص وعوام سبھی شامل ہیں کہ انسانی فطرت ہے کہ اچھی آواز کو سبھی پسند کرتے ہیں۔ (۲) وہ لوگ جو حال سے سنتے ہیں وہ غور وفکر کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ جو کیفیت اُن پر آئی ہے وہ عتاب سے ہے یا خطاب سے ہے یا وصل سے یا ہجر سے یا نزدیکی سے یا دوری سے یا اُس چیز پر تاسف ہے جو وہ کھو چکا یا اُس چیز کی خواہش سے جو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے وغیرہ۔ (۳) وہ شخص جو حق سے سنتا ہے وہ خدا کو سنتا ہے اور یہ حال حظ بشریت کے ساتھ اُس کی صفت نہیں ہوتی بلکہ اُن کا سماع اللہ کے لیے ہوتا ہے' گویا اُن کا سماع بہ حق ہوتا ہے نہ بہ حظ۔

ایک صوفی کا قول ہے کہ اہل سماع کے تین طبقے ہیں: ایک وہ جو اہلِ حقایق ہیں وہ سماع میں خطابِ حق سنتے ہیں' دوسرے اہلِ مناجات ہیں جو سماع کی ابیات کے معانی کے ذریعہ سے دل میں خدا سے ہمکلام ہوتے ہیں' تیسرے فقرائے مجرد ہیں جو ہر قسم کے علایق سے پاک ہوتے ہیں' یہ لوگ فقط دل کی خوشی کے لیے سماع سنتے ہیں۔

شمس الدین آملیؒ نفالیس الفنون میں فرماتے ہیں کہ سماع صوفیہ کے مستحسنات میں سے ہے' بعض مشایخ کا قول ہے کہ سماع اہل حقایق کے لیے مستحب ہے' اہل زاہد کے لیے مباح ہے اور اصحاب نفس ولذت کے لیے مکروہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اہلِ سماع تین قسم کے ہیں:

Marfat.com

(۱) وہ لوگ جو خداوندانِ حقیقت ہیں: یہ حضرات سماع کے وقت خدا سے خطاب کرتے ہیں۔

(۲) وہ لوگ جو دل سے خدا کے ساتھ خطاب کرتے ہیں' اُن معنی کے ساتھ جو وہ سنتے ہیں۔

(۳) وہ درویش ہیں جو دنیا سے تمام تعلقات توڑ چکے ہیں اور اُس کی آفتوں سے دور ہو چکے ہیں' یہ لوگ خوشدلی سے سماع سنتے ہیں اور سلامتی سے قریب تر ہوتے ہیں۔ (مصباح الہدایہ' ص ۱۹۴)

وہ لوگ جو راہ طریقت کے شہسوار ہیں' شراب طہور سے مست ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ تو اگر مجھے اپنے ہاتھ سے ایک جام شراب پلا دے تو دنیا کے تمام غموں کو بھلا دوں' اگر میں تیری بندگی کا بالا اپنے کان میں پہن لوں تو تخت فلک پر بادشاہوں کی طرح بیٹھوں:

از دست تو من گر قدحی نوش کنم — غمھای جھان جملہ فراموش کنم
برتخت فلک تکیہ زنم سلطان دار — گر حلقۂ بندگیت در گوش کنم

ان کے لیے سماع حلال ہے۔

بقول اردشیر العبادی؟ سماع اہل طریقت کے احوال میں سے ہے' جس طرح شریعت کے لوازم و فرائض انسان کو استماع (سننے) سے حاصل ہوتے ہیں اسی طرح طریقت کے حقایق سماع سے حاصل ہوتے ہیں ___ سماع گوش (کان) سے بھی سنا جاتا ہے اور ہوش سے بھی۔ حق تعالیٰ کا فرمان ہے "فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ (سورہ ۳۹' آیات ۱۷' ۱۸) ان لوگوں کو خوشخبری دے دو جو اچھی

Marfat.com

باتیں سنتے ہیں اور اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں ___ جو شخص خواہش نفس سے سماع سنتا ہے گناہ کے وبال میں گرفتار ہو جاتا ہے اور جو شخص حرمت حق اور محبت خداوندی کو نظر میں رکھ کر ایسا کرتا ہے اس کی بصیرت ومعرفت میں اضافہ ہوتا ہے ___ سماع اہلِ غفلت کے لیے بے فائدہ ہے اور اہل شہوت کے لیے ناجائز ہے لیکن وہ لوگ جو صاحب حال ہیں ان کے لیے مفید ہے۔ جس کی روح جتنی پاک اور دل جتنا صاف ہوگا وہ سماع سے اتنا ہی زیادہ بہرہ ور اور لطف اندوز ہوگا ___ حضرت ابوعبداللہ البناجیؒ فرماتے ہیں کہ سماع وہ ہے جو فکر کے لیے مہمیز کا کام کرے یا جو آنکھ کو اشکبار کر دے۔ اس کے علاوہ جو سماع بھی ہے، آزمائش اور فتنہ ہے ___ صوفیہ کہتے ہیں کہ صوفی کا مقام تین موقعوں پر معلوم ہوتا ہے: (۱) سوال کے وقت (۲) غصہ کے وقت (۳) سماع کے وقت ___ جو شخص دنیاداری میں مبتلا ہے اس کے لیے سماع بے فائدہ ہے، ضعیف الحال سماع کا محتاج ہے اور قوی حال کو سماع کی حاجت نہیں ___ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ فقیر پر ان تین اوقات میں رحمت نازل ہوتی ہے: (۱) کھانا کھاتے وقت کیونکہ وہ اسی وقت کھاتا ہے جب اسے سخت بھوک لگے (۲) کلام کرتے وقت کیونکہ وہ ضرورت کے وقت صدیقین کی طمع کلام کرتا ہے (۳) سماع کے وقت کیونکہ وہ صرف اسی وقت سنتا ہے جب وہ وجد کی حالت میں ہو۔ (سماع نامۂ فارسی، ص ص ۳۰۶-۳۰۵)

Marfat.com

سماع کو رقص روح بھی کہا جاتا ہے۔ ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ جو شخص سماع کو حق کے لیے سنتا ہے وہ حق کو پالیتا ہے اور جو نفس کے لیے سنتا ہے وہ زندیق بن جاتا ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ سماع الٰہی بھی ہے اور سماع لاھی (لہو ولعب) بھی۔ سماع الٰہی مستحب ہے اور سماع لاھی ممنوع ہے (کشف المحجوب' باب سماع)___ مشائخ کہتے ہیں کہ سماع اہل حقایق کے لیے مستحب ہے' اہل زہد کے لیے جائز ہے اور اہل نفس کے لیے مکروہ ہے___ شیخ ابوالقاسم نصر آبادیؒ فرماتے ہیں: ہر چیز کی کوئی نہ کوئی غذا ہے' روح کی غذا سماع ہے___ ایک صوفی کی نظر میں سماع بعضوں کے لیے غذا کی طرح ہے' بعضوں کے لیے دوا کی طرح ہے اور بعضوں کے لیے راحت رساں ہے (آداب المریدین' ص ۱۵۰)___ علاء الدولہ سمنانیؒ فرماتے ہیں کہ سماع دوا بھی ہے اور زہر قاتل بھی' وہ اہل اللہ جنہوں نے دنیا تیاگ دی' ماسوا اللہ کو ترک کر دیا' ریاضت نفس میں کمال حاصل کر لیا ان کے لیے سماع تریاق ہے وہ ایک لحہ میں ایسی ترقی پالیتے ہیں جو سالہا سال کے مجاہدے سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سماع دل میں ریا کاری اس طرح پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سبزے کو اگاتا ہے___ احمد غزالیؒ کا قول ہے کہ سماع صوفی کو ان مقامات عالی تک پہنچا دیتا ہے جہاں ہزار سال کی ریاضت کے بعد بھی پہنچا نہیں جا سکتا۔ نیز صوفیہ سماع کو رقص روح بھی کہتے ہیں اور سفیر حق بھی جس کی نشست گاہ دل صوفی صاف دل ہے___ صوفیہ کہتے ہیں' کہ سماع حق کے لیے سننا چاہیے حظ (لذت) کے لیے نہیں۔

ابوالفتح محمد بن مطہر جامیؒ فرماتے ہیں کہ سماع تین قسم کا ہے: عام' خاص اور اخص:

Marfat.com

سماعِ عام نفس سے سنا جاتا ہے اور اُن کا نتیجہ مفلسی ہوتا ہے اور یہ چار قسم کا ہے (۱) طبعی' (۲) ہوائی' (۳) شہوانی' (۴) بدعتی۔ طبعی وہ ہے کہ نغمات گائے جائیں یا غزلیں پڑھی جائیں صرف لہو ولعب کے لیے' یہ سماع حرام ہے۔ سماع ہوائی وہ ہے جس میں کچھ اچھی چیزیں بھی ہوں اور بری بھی' یہ سماع بھی نہیں سننا چاہیے۔ سماع شہوانی وہ ہے جو خواہشِ نفس یا کسی عورت یا غلام یا کسی چیز کی محبت میں کوئی گانا گائے یا غزل پڑھے اور لوگ اُسے سنیں' یہ سماع بھی حرام ہے۔ سماعِ بدعتی وہ ہے کہ کوئی قوم خود کو درویش یا اہلِ صلاح کہتی ہو لیکن خوش آواز قوالوں کو جمع کرے' اُن کے کلام کو یا اُن کے گانوں کو خواہشِ نفس کے لیے سنے' بظاہر اس حلقے کا نام حلقۂ ذکر رکھے' یہ بہت بڑی بدعت ہے جو امت محمدیہ میں شامل ہوگئی ہے۔

سماع خاص وہ ہے جو دل سے سنا جائے' جو تین قسم کا ہے: (۱) سماعِ خائفان' (۲) سماعِ راجیان' (۳) سماعِ روح۔ سماعِ خائفان وہ ہے کہ جب سالک خوف کے مقام پر ہو اور اُس کے سامنے سماع کیا جائے جو اُس کی حالت کے مطابق ہو اور شریعت میں بھی اُس کا سماع جائز ہو تو اُس کا دل پگھل جائے' اُس کی آنکھوں میں آنسو آجائیں' یہ سماع جائز ہے۔ سماعِ راجیان وہ ہے کہ سالک منزلِ رجا (امید) میں ہو' اُس کا دل شادمان اور خوش ہو اور جب اُس کے کانوں میں سماع کی آواز آئے تو اُسے اُس اچھی آواز کے علاوہ کچھ خبر نہ رہے' وہ بیہوشی کے عالم میں نعرے مارے اور اچھلنا کودنا شروع کر دے' یہ سماع خواہشِ نفس کے ساتھ ملا ہوا ہے اس لیے خطرناک ہے' اہل رجا کو اس سے بچنا چاہیے۔ سماعِ روح یہ ہے کہ جب مردِ مبتدی توبہ کر لیتا ہے اور اُس کے دل سے ہر قسم کی برائی ختم ہو جاتی ہے اور اُس کی روح مناجات اور

Marfat.com

عبادات کی لذتوں سے بہرہ ور ہو جاتی ہے پھر اگر وہ سماع سنتا ہے تو اُس کے لیے جائز ہے۔

سماعِ اخص وہ ہے کہ سننے والا اسے جان سے سنتا ہے اور یہ سماع محبت پیدا کرتا ہے' یہ دو قسم کا ہے: (۱) سماعِ راسخان و عاقلان' (۲) سماعِ مشتاقان و محبان۔ سماعِ راسخان و عاقلان یہ ہے کہ یہ لوگ جو کچھ سنتے ہیں اور کہتے ہیں تمیز کرتے ہیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے' سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے' خیر کیا ہے اور شر کیا ہے' جب یہ اس طرح سے ان پر غور کرتے ہیں تو جو سننے کے لائق ہے وہ سنتے ہیں اور جو کہنے کے لائق ہوتا ہے وہ کہتے ہیں' وہ سماع جو سننے کے لائق نہیں اور وہ شعر جو کہنے کے لائق نہیں ہیں یہ لوگ نہ اُسے سنتے ہیں اور نہ کہتے ہیں' نہ یہ جائز سمجھتے ہیں کہ دوسروں کو سنوائیں' نظم و نثر میں جو بھی ہو اور جس زبان میں بھی ہو اُس میں اگر نفع خلق ہو اور علم و حکمت پر مبنی ہو تو یہ لوگ کہتے ہیں اور سناتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں' چونکہ علم و حکمت کی باتیں کہنا' سننا' سیکھنا اور سکھانا اور اُن پر عمل کرنا شریعت محمدیہ کے مطابق عام عبادت سے فاضل اور بہتر ہے۔

سماعِ مشتاقان و محبان یہ ہے کہ اُس میں کوئی غلط بات نہیں ہوتی' یہ سماع بغیر ملاوٹ کے ایک محبت کرنے والے سے وجود میں آتا ہے جو عاشقِ ''صادق'' ہوتا ہے' چونکہ جو عاشق نہیں ہے اُس کے لیے سماع بھی جائز نہیں' سماع عاشقوں کے لیے ہوتا ہے کہ عاشقوں کے دل' جان اور روح کی غذا سماع ہے' چونکہ عاشق بغیر سماع کے یا دیوانہ ہو جاتا ہے یا ہلاک ہو جاتا ہے لیکن یہ بات بھی ہے کہ جس کے پاس سماعِ چشم نہیں ہے اُس کے لیے سماعِ گوش بھی جائز نہیں' سماعِ چشم سے مراد یہ ہے کہ وہ جو کچھ

Marfat.com

دیکھتا ہے عبرت سے دیکھتا ہے' کان جو کچھ سنتے ہیں حکمت سے سنتے ہیں' جس شخص کی خواہشِ نفس دبی ہوئی نہیں ہے اور عشق اُس پر غالب نہیں ہے اُس کے لیے سماع جائز نہیں ہے۔ (سماع نامہ ہائے فارسی' ص ص ۲۳۸-۲۳۵' نیز دیکھیے ص ص ۱۹۲-۱۸۸)

شمس الدین محمد تبریزیؒ کی نظر میں سماع تین طرح کا ہے: ایک حرام بلکہ کفر ہے' دوسرا مباح یا حلال ہے اور تیسرا فرض ہے۔ زہد و تقویٰ اور حال و کیفیت کے بغیر سماع سننا حرام بلکہ کفر ہے۔ اہلِ ریاضت اور اہلِ زہد کے لیے سماع سننا جائز ہے کہ سماع کے وقت ان میں رقّت پیدا ہوتی ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور وہ صاحب قلبِ سلیم ہوتے ہیں۔ اہلِ حال کے لیے سماع اس طرح فرض ہے جس طرح نماز و روزہ۔ جیسے کھانا پینا ان کے لیے ضروری ہے' اسی طرح سماع کا سننا بھی ان کے لیے حیات بخش ہے۔

ابوبکر کتانیؒ فرماتے ہیں کہ عوام اپنی طبعیت کے تقاضوں کے مطابق سماع سنتے ہیں اور مرید رغبت کے حوالے سے سماع سنتا ہے اور اولیا کا سماع اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھنے اور شکرانے کے طور پر ہوتا ہے۔ عارفان کا سماع مشاہدے کی بنیاد پر اور اہلِ حقیقت کا سماع کشف کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

ابوالمفاخر یحییٰ باخرزیؒ فرماتے ہیں کہ سماع کی تین قسمیں ہیں: (۱) حلال' (۲) حرام' (۳) مشتبہ۔ جو شخص خواہشِ نفس کے ساتھ سماع سنتا ہے وہ حرام کام کرتا ہے۔ جو شخص اس طرح سماع سنتا ہے کہ وہ جائز ہو اگرچہ کسی مغنیہ سے سنتا ہو' اس قسم کا سماع مشتبہ ہے' ایسا سماع لہو و لعب میں شامل ہے۔ جو شخص سماع کو دل سے سنتا ہے اور معنی کے مشاہدے سے خداوند تعالیٰ کے لیے دلیل بنتا ہے ایسا سماع حلال ہے' اس قسم

Marfat.com

کے اہلِ سماع وہ اشخاص ہیں جنھوں نے خود اپنے دل کو خدا کا گھر بنایا ہوا ہے' یہ لوگ مقامِ حزن میں یا مقامِ شوق یا مقامِ خوف یا مقامِ محبت میں ہوتے ہیں' ان لوگوں کو سماع عالمِ شہادت میں لے جاتا ہے۔

ابوالمفاخر یحییٰ باخرزیؒ فرماتے ہیں کہ اہل سماع تین قسم کے ہیں: (۱) وہ جو خدا کے ساتھ سماع کرتے ہیں' (۲) وہ جو دل کے ساتھ سماع کرتے ہیں' (۳) وہ لوگ جو نفس کے ساتھ سماع کرتے ہیں۔

بزرگ صوفیہ کہتے ہیں نوجوان صوفی کو چاہیے کہ صرف اپنے مرشد کے حکم سے سماع کرے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ سے ان کے ایک مرید علی حلاج نے کہا کہ میرے دل میں سماع کی طلب ہے براہ کرم اجازت دیجئے' آپ نے فرمایا کہ (ایک روز دن بھر) بالکل کچھ نہ کھاؤ' پھر اچھا کھانا تیار کرو' اگر پھر بھی سماع کو کھانے پر ترجیح دو تو تمہارے لیے سماع جائز ہے ___ ایک مرید نے اپنے شیخ سے کہا کہ شیوخ سماع سنتے ہیں مجھے بھی اجازت دیجئے۔ فرمایا اگر تم ان جیسے ہو گئے ہو تو سماع کرو۔ حضرت مولانا رومیؒ کا قول ہے کہ سماع کے لیے پہلے اہلیت پیدا کرو پھر سماع کرو' میں نے کل ناک میں چینی ڈالی میری ناک نے چینی کا ذائقہ محسوس نہیں کیا۔

برسماع راست ہر کس چیر نیست طعمۂ ہر مرغکی انجیر نیست

یعنی ہر کوئی صحیح طور پر سماع سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا جس طرح ہر عام پرندہ انجیر کو نہیں کھا سکتا ___ حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ کا قول ہے کہ سماع اُن کے لیے جائز ہے جن کا نفس مردہ اور قلب زندہ ہو ___ حضرت نظام الدین اولیاؒ کی نظر میں سماع کی چار قسمیں ہیں: حلال' حرام' مکروہ' مباح۔ اگر سماع سننے والے کی رغبت حق کی طرف

Marfat.com

ہے تو سماع مباح یعنی جائز ہے اور اگر رغبت مجاز کی طرف ہے تو سماع مکروہ ہے اور اگر رغبت کلی طور پر حق کی طرف ہے تو سماع حلال ہے اور اگر رغبت کلی طور پر مجاز کی طرف ہے تو سماع حرام ہے۔ سماع کے مباح یا جائز ہونے کے لیے چند چیزیں لازمی ہیں: مُسمِع، مستمع، مسموع اور آلۂ سماع۔ مسمع یعنی گانے والا مرد ہو عورت اور لڑکا نہ ہو۔ مستمع (مُ سْ تَ مِ عُ) یعنی سماع سننے والا یادِ حق سے خالی نہ ہو مَسموع یعنی جو کچھ گایا جا رہا ہے فحش نہ ہو اور آلۂ سماع یعنی چنگ و رباب نہ ہو ان شرائط کے ساتھ سماع حلال ہے (سیر الاولیا) ____ ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ سماع کرنے والے تین قسم کے لوگ ہیں: متسمع (مُ تَ سَ مّ عُ)، مستمع (مُ سْ تَ مِ عُ)، سامع۔ متسمع وقت کے ساتھ سنتا ہے، مستمع حال کے ساتھ سنتا ہے اور سامع حق کے ساتھ سنتا ہے۔ (رسالۂ قشیریہ)

سعدیؒ نے سچ کہا تھا کہ:

نگویم سماع ای برادر کہ چیست؟ — مگر مستمع را بدانم کہ کیست؟
گر از برج معنی پرد طیراو — فرشتہ فروماند از سیراو
وگر مرد لھواست و بازی و لاغ — قوی تر شود دیوش اندر دماغ
پریشان شود گل ببادِ سحر — نہ ھیزم کہ نشکافدش جز تبر
جھان پر سماع است مستی و شور — و لیکن چہ بیند در آئینہ کور؟
نبینی شتر بر سماعِ عرب — کہ چونش برقص اندر آرد طرب
شتر را چو شور وطرب در سراست — اگر آدمی را نباشد خراست

(قاسم غنی: بحث در آثار و افکار و احوال حافظ، ص ۴۰۰)

Marfat.com

یعنی اے عزیز دوست میں تمہیں اُس وقت بتاؤں گا کہ سماع کیا ہے؟ جب تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ سماع یا گانا سُننے والا کون ہے؟ اگر سماع سننے والا لہو ولعب کے لیے سنتا ہے تو اس کے دماغ میں شیطانیت بھر جاتی ہے۔ مٹی صبح کے وقت ہوا سے اڑتی ہے لیکن لکڑی کو صرف آری سے کاٹا جا سکتا ہے۔ ساری دنیا میں سماع کی مستی چھائی ہوئی ہے لیکن اندھے کو آئینہ میں کیا دکھائی دے گا؟ اونٹ حدی سن کر مست ہو جاتا ہے اور رقص کرنے لگتا ہے' پس وہ آدمی جو سماع سے متاثر نہ ہو وہ تو گدھا ہے____

شمس الدین محمد تبریزیؒ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان مرید کو اس کے شیخ نے سماع سننے سے منع کر دیا کیونکہ حاکم شہر نے نوجوانوں کیلیے سماع کے سننے پر پابندی لگائی ہوئی تھی۔ مرید کے دل میں ایک رسولی پیدا ہو گئی اور وہ سخت بیمار ہو گیا۔ طبیب کو مرض سمجھ میں نہیں آیا اور وہ نوجوان مرید اسی بیماری میں چل بسا۔ طبیب نے اس کا پیٹ چاک کیا اور دیکھا کہ اس کے دل میں ایک رسولی ہے جو عقیق کی طرح سرخ ہے' اس نے اسے فروخت کر دیا' وہ عقیق دست بدست حاکمِ شہر تک پہنچ گیا۔ اس نے خرید کر اپنی انگوٹھی میں جڑ لیا۔ اتفاق سے ایک دن وہ حاکم اس انگوٹھی کو پہن کر محفل سماع میں گیا' اس نے دیکھا کہ کپڑے خون آلود ہو گئے اور کوئی زخم بھی نظر نہیں آیا۔ جب نظر انگوٹھی پر پڑی تو دیکھا کہ عقیق پگھل گیا تھا۔ حاکم شہر نے تفتیش کی' طبیب کو بلایا' اس نے سارا ماجرا بتا دیا۔ (مقالات شمس تبریزی)

ایک خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا۔ قوال نہایت خوب ولطیف آواز میں گا رہے تھے لیکن کسی صوفی پر اس سماع کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ خانقاہ کے شیخ نے کہا دیکھو مجمع میں کوئی غیر صوفی تو نہیں گھس آیا۔ دیکھا تو کوئی غیر شخص نہیں ملا۔ شیخ نے فرمایا کہ

Marfat.com

جوتے ڈھونڈ واور ان کو گنو کیا وہ حاضرین کی تعداد کے مطابق ہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں ایک جوتا کسی غیر شخص کا ہے۔ فرمایا اس جوتے کو خانقاہ سے باہر رکھ دو۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور فوراً سماع میں اثر پیدا ہو گیا اور صوفیہ جھومنے لگے (مقالات شمس تبریزی ص ص ۸۱،۷۳، ۱۹۵)۔ حضرت سلطان الاولیاء یعنی حضرت نظام الدین اولیاءؒ سماع کے شائق تھے اور قاضی وقت قاضی ضیاء الدین سنامیؒ سماع کی وجہ سے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے سخت مخالف تھے۔ ایک دن سماع کی محفل گرم تھی، قاضی صاحبؒ آئے اور سماع کی محفل برخاست کرنے کو کہا، سلطان جیؒ نے فرمایا کہ حضرت رسول ﷺ سے سماع کی اجازت دلوا دیں؟ فرمایا ٹھیک ہے۔ سلطان جیؒ نے توجہ فرمائی تو قاضی صاحبؒ پر بیخودی طاری ہو گئی۔ دیکھا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو؟ قاضی ضیاء الدینؒ نے کہا حضور مجھے علم نہیں کہ میں ہوش میں ہوں یا بیخودی میں۔ آپ کا فرمان جو ثقہ راویوں سے عالم ہوش میں مجھ تک پہنچا ہے وہ اس ارشاد پر مقدم ہے، اس کو کیسے چھوڑوں۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے سکوت فرمایا۔ اس کے بعد قاضی صاحبؒ کو ہوش آ گیا تو حضرت سلطان جیؒ نے فرمایا دیکھا ہم نے حضور ﷺ سے اجازت دلوا دی۔ قاضی صاحب نے کہا اور یہ بھی دیکھا کہ ہم نے بھی جواب عرض کر دیا۔ اس کے بعد مجلس سماع گرم ہو گئی۔ سلطان جیؒ وجد میں آ کر رقص کرنے لگے۔ قاضی صاحب نے انہیں پکڑ کر بٹھا دیا پھر دوبارہ ایسا کیا۔ تیسری بار حضرت سلطان جیؒ پھر وجد میں آ کر رقص کرنے لگے تو قاضی صاحبؒ ہاتھ باندھ کر ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ کہتے ہیں کسی نے قاضی صاحبؒ سے پوچھا کہ تیسری بار آپ کیوں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے تھے؟ تو آپ

Marfat.com

نے فرمایا پہلی بار وہ آسمان پر گئے تو وہاں سے میں انہیں نیچے لے آیا' دوسری بار عرش کے قریب گئے تو میں وہاں سے انہیں نیچے لے آیا اور تیسری بار عرش سے بھی آگے نکل گئے تو وہاں تک میری رسائی نہیں تھی سو میں نے ہار مان لی۔ بقول حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جب قاضی صاحبؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو سلطان جیؒ ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر گئے' قاضی صاحبؒ نے ملنے سے انکار کر دیا کہ اب اللہ سے ملنے کا وقت ہے اس وقت کسی بدعتی سے میں نہیں ملنا چاہتا۔ سلطان جیؒ نے کہلا بھیجا کہ میں بدعت سے توبہ کر کے آیا ہوں اور حدیث میں ہے گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں تھا۔ یہ بات سن کر قاضی صاحبؒ آبدیدہ ہو گئے اور اپنی دستار خادم کو دی کہ اسے بچھا دو اور سلطان جیؒ سے عرض کرو کہ اس پر پاؤں رکھتے ہوئے تشریف لائیں۔ میں سلطان جیؒ کے مقام ومرتبہ سے واقف ہوں' ایک کسر تھی جب وہ نہ رہی تو وہ اس قابل ہیں کہ میری دستار پر پاؤں رکھتے ہوئے تشریف لائیں۔ خادم نے تعمیل حکم کی لیکن حضرت سلطان جیؒ نے دستار اٹھا کر سر پر رکھ لی اور فرمایا یہ دستار شریعت ہے اس پر میں قدم رکھوں میری کیا مجال ہے (مقدمہ مقابیس المجالس' ص ۱۷۷)۔ ایک قاضی صاحب کہیں جا رہے تھے ان کے ساتھ چند لوگ بھی تھے۔ اچانک ایک گھر سے ساز کے بجانے کی آواز آئی۔ قاضی نے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ آواز تمہیں کیسی لگی؟ سب نے کہا بہت اچھی آواز ہے لیکن ایک شخص نے کہا یہ آواز اچھی نہیں' ایک روز اسی قاضی کی عدالت میں یہ شخص گواہی دینے آیا' قاضی صاحب نے اس کی گواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس شخص نے پوچھا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ قاضی نے کہا کہ تم نے ایک عذ ساز کی آواز کو کہا تھا کہ یہ اچھی نہیں۔ اگر

Marfat.com

تمہیں اچھی لگی تھی اور تم نے غلط کہہ دیا تھا کہ اچھی نہیں تو تم جھوٹے ہو اور جھوٹے کی گواہی جائز نہیں اور اگر تم نے سچ کہا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے حواس ناقص ہیں، تم خوب و ناخوب میں تمیز نہیں کر سکتے، اس لیے بھی تمہاری گواہی قبول نہیں کی جا سکتی (سماع نامہ ہای فارسی، ص ۴۸) ___ بقول مشہور مورخ مسعودی خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کو، جو اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری میں بے مثال تھے، خبر ملی کہ ایک قاضی کے پاس ایک کنیز ہے جس کا گانا سن کر قاضی صاحب ایسے مست و مدہوش ہوئے کہ اپنے جوتے پاؤں سے نکال کر اپنے کانوں میں ڈال لیے اور منہ کے بل چلنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ میں اونٹ ہوں مجھے ذبح کرو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فوراً قاضی کو ملازمت سے برخاست کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ قاضی صاحب نے حکم نامہ پڑھ کر کہا کہ میری بیوی کو طلاق ہو جو میں غلط کہہ رہا ہوں، اگر خود عمر بن عبدالعزیزؒ اس کنیز کا گانا سنتے تو وہ بھی یہ کہتے کہ مجھ پر سوار ہو جاؤ میں گھوڑا ہوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے اس کنیز کو اور قاضی کو بلا بھیجا۔ جب وہ دونوں دربار میں پہنچے تو قاضی سے کہا کہ جو بات تم نے کہی تھی اسے دوبارہ کہو، اس نے اپنی بات دہرائی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کنیز کو گانا گانے کا اشارہ کیا۔ اس نے گانا شروع کیا تو آپ اس کا گانا سن کر بہت متاثر ہوئے اور بار بار گانے کی فرمائش کی۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، پھر قاضی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تمہاری بات کچھ زیادہ غلط بھی نہیں تھی۔ جاؤ اپنی ملازمت پر کام شروع کرو۔ (مسعودی، مروج الذہب، ص ۲۹۱)

ایک دفعہ جنوبی ہندوستان کا ایک ستار نواز (سِ ت ار، مخفف سہ تار) جو بڑا

Marfat.com

ماہر فن تھا' بادشاہ ہند کو اپنا ستار سنانے کی غرض سے دہلی شہر میں آیا۔ اس کی عادت تھی کہ حکمرانوں کو ستار سنانے سے پہلے تبرکاً کسی درویش کو ستار سناتا تھا۔ دہلی پہنچ کر اس نے دریافت کیا کہ آج کل یہاں کون بزرگ رہتے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ اس شہر کے سب سے بڑے بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مدعا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا بھائی میں تو مولوی ہوں مجھے باجوں سے کیا نسبت لیکن جب اس نے اصرار کیا تو آپ مان گئے۔ ستار نواز نے نہایت مہارت کے ساتھ ستار بجانا شروع کیا۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ تم نے یہاں غلطی کی ہے۔ یہ سن کر اس نے ستار کو زمین پر دے مارا اور توڑ دیا اور کہنے لگا کہ جس شہر کے مولوی لوگ جنہوں نے گانے بجانے سے کوئی سروکار نہیں رکھا اس قدر باکمال ہوں کہ انہوں نے میری ذرا سی غلطی پکڑ لی تو وہاں کا بادشاہ کیسا ماہر فن ہوگا؟ ساتھ ہی اس نے کہا حضور مجھ سے غلطی ہوئی ہے لیکن وہ اس قدر معمولی تھی کہ بڑے سے بڑا ماہر فن بھی اسے پکڑ نہیں سکتا تھا' آپ نے کیسے پکڑی؟ آپ نے فرمایا کہ اس قسم کا اتار چڑھاؤ ہم کائنات کے زمزموں میں ہمیشہ سنتے رہتے ہیں لیکن تمہارے کام میں ہمیں کچھ ناموزونیت نظر آئی جو بتا دی ____ اسی حوالے سے یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض مغربی صوفیہ بھی کہتے ہیں کہ حقیقت الحقائق کا ادراک نہیں کیا جا سکتا' نہ اُسے دیکھا جا سکتا ہے (جیسا کہ قرآن پاک کہتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (سورہ ۶' آیت ۱۰۳) کہ آنکھ اُسے دیکھ نہیں سکتی) البتہ اُسے شیریں زمزموں کی صورت میں سُنا جا سکتا ہے' انڈرہل (Evelyn Underhill) کے بقول جب صوفی تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے تمام مراحل طے کر لیتا ہے تو وہ ایک بیدار اور

Marfat.com

سُرور بخش عشق کی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے' یہ کیفیت اُس کے لیے اور دوسری باتوں کے علاوہ ایک زمزمے کی شکل میں ہوتی ہے' وہ عالمِ روحانی کو دیکھتا نہیں بلکہ سُنتا ہے' اُس کے لیے سب کچھ ایک ملکوتی زمزمہ ہے جو بے انتہا بلکہ نا قابل برداشت حد تک شیرین ہوتا ہے۔

(The condition of joyous and awakened love to which the mystic passes when his purification is at end is to him, above all else, the state of Song. He does not "see" the spiritual world; he "hears" it. For him...... it is a "heavenly melody, intolerably sweet").

(Evlyn Underhil, Mysticism, The Nature and Development of Spirtual Consciousnes, Oneworld, Oxford, 2005, Page 77)

(مقدمہ' مقابیس المجالس)

حضرت جنیدؒ و محمد بن مسروقؒ و ابوالعباس بن عطاؒ ایک مجلس میں جمع تھے قوال سماع کرر ہے تھے اور سب تواجد کرر ہے تھے لیکن حضرت جنیدؒ ساکن تھے۔ لوگوں نے کہا یا شیخ آپ پر اس سماع کا کوئی اثر نہیں ہورہا؟ آپ نے یہ آیت پڑھی وَتَـــرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَاب (سورہ ۲۷' آیت ۸۸) پہاڑ بظاہر ساکن لگتے ہیں حالانکہ یہ اڑ رہے ہیں بادلوں کی طرح (سماع نامہ ہای فارسی' ص ۹۱)۔____

حضرت شاہ محمد حسین الہٰ آبادیؒ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مرید اور خلیفہ

Marfat.com

تھے۔ ان کا وصال بھی سماع میں ہوا۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کی یہ غزل قوال گا رہے تھے:

آستین بر رخ کشیدی همچو مکّار آمدی

در تماشای خودی خود سوی بازار آمدی

یعنی تو نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا اور اہل مکر یعنی بہروپیوں کی طرح اپنا تماشا کرنے کے لیے تو خود بازار میں آیا:

در بهاران گل شدی در صحن گلزار آمدی

بعد ازان بلبل شدی بانالۂ زار آمدی

یعنی تو بہار کا پھول بن کر چمن میں آیا اس کے بعد تو خود ہی بلبل بن گیا اور نالۂ زار کرنے لگا:

خویشتن را جلوه کردی اندرین آئینه ها

آئینه اسمی نهادی خود به اظهار آمدی

یعنی اس کائنات کے آئینہ میں تو نے اپنا جلوہ دکھایا اور آئینہ تو صرف نام رکھا ورنہ سب کچھ تو ہی ہے:

شور منصور از کجاو دار منصور از کجا

خود زدی بانگ اناالحق خود سردار آمدی

یعنی شورِ منصور ہو یعنی انا الحق کا نعرہ ہو یا دارِ منصور ہو یہ سب ظاہر میں ہیں ان کی اپنی کوئی حقیقت نہیں، انا الحق کا نعرہ مارنے والا اور دار پر آنے والا تو خود ہی تھا:

Marfat.com

گفت قدوسی فقیری در فنا و دربقا
خود زخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

یعنی قدوسی نے کہا کہ فقیری درحقیقت فنا و بقا میں ہے، تو خود ہی آزاد ہے اور خود ہی گرفتار ہے ___ آخری شعر پر آپ نے طویل سجدہ کیا اور جان بحق ہو گئے۔ (مقابیس المجالس، ص ۱۸۴)

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ ایک شہر کی خانقاہ میں عشا کی نماز کے بعد تمام درویشوں نے آگ کا الاؤ تیار کیا اور اس پر رقص کرنا شروع کر دیا بلکہ آگ پر لوٹنا شروع کر دیا۔ ان درویشوں کے شیخ نے مجھ سے میرا قیمتی چوغہ مانگا جو میں نے دیدیا، اس نے اسے پہن کر آگ میں رقص کرنا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آگ بجھ گئی، رقص کرنا بھی موقوف ہو گیا اور شیخ نے میرا چوغہ صحیح و سالم مجھے واپس کر دیا اور مجھے حیرت زدہ بھی کر دیا (سماع در تصوف از اسماعیل حاکی، ص ۹۴) ___ کہتے ہیں کہ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ نیشاپور کے بازار سے گذر رہے تھے کہ نخاس خانہ یعنی کنیز فروشوں کی دکان سے ایک کنیز کے گانے کی آواز آئی، ایک ترکی کنیز ساز کے ساتھ یہ اشعار گا رہی تھی:

امروز درین شہر چو من یاری نی آوردہ ببازار و خریداری نی
آن کس کہ خریدار بدو رایم نی واں کس کہ بدو رای، خریدارم نی

یعنی آج اس شہر میں مجھ ایسا کوئی دوست نہیں، مجھے بازار میں بٹھا دیا گیا لیکن میرا خریدار کوئی نہیں جو مجھے خریدنا چاہتا ہے وہ مجھے پسند نہیں اور جسے میں پسند کرتی ہوں وہ میرا خریدار نہیں۔ شیخ یہ اشعار سن کر ایسے متاثر ہوئے کہ کنیز کو اس کے مالک سے خرید کر

Marfat.com

آزاد کر دیا اور اس کی شادی اس شخص سے کر دی جسے وہ پسند کرتی تھی۔

معین الدین پروانہؒ نے اکابرین شہر کو سماع کی مجلس میں شرکت کی دعوت دی۔ اکابر شہر میں سے ہر ایک بہت بڑی شمع جو تقریباً دو سیر کی تھی اپنے ساتھ لایا۔ جب سب مہمان آ گئے' مولانا رومیؒ تشریف لائے اپنے لیے ایک بہت چھوٹی سی شمع ساتھ لائے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ مہمان اس حقیر سی شمع کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید مولانا مجنونانہ کیفیت میں ہیں۔ مولانا نے ان کے خیال کو بھانپ لیا اور فرمایا کہ تمھاری ان تمام بڑی بڑی شمعوں کی جان میری یہ حقیر سی شمع ہے۔ اگر یقین نہیں کرتے تو دیکھو ایک "ہو" کی تو تمام شمعیں بجھ گئیں اور اندھیرا چھا گیا' یہ سب دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ پھر ایک آہ بھری تو تمام شمعیں یکبارگی روشن ہو گئیں۔ پھر سماع شروع ہو گیا' سب اکابر شہر علما اور امرا نعرے مارتے ہوئے وجد و رقص میں شامل ہو گئے۔ صبح تک یہ سماع و رقص جاری رہا۔ تمام شمعیں آہستہ آہستہ بجھ گئیں لیکن مولانا کی شمع' وہ چھوٹی سی شمع صبح تک روشن رہی۔ سارے اکابر مولانا کے مرید ہو گئے (سماع در تصوف' ص ۱۶۴۔ مناقب العارفین' ص ۱۸۳) ایک دن حضرت مولانا رومیؒ صلاح الدین زرکوبؒ کی دکان کے سامنے سے گزر رہے تھے' صلاح الدینؒ کی دکان میں بہت سے ملازم سونے اور چاندی کے ورقوں کو ہتھوڑے سے کوٹ رہے تھے اور ٹک ٹک کی آواز آ رہی تھی۔ جونہی یہ ٹک ٹک کی آواز حضرت مولانا کے کانوں میں پڑی مدھوشانہ بازار ہی میں سماع و رقص و وجد میں مصروف ہو گئے' بازار میں لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم جمع ہو گیا' شیخ صلاح الدین زرکوبؒ کو معلوم ہوا' انہوں نے ملازمین کو حکم دیا کہ ورق کوٹنے سے بالکل نہ رکیں' کام یعنی ٹک ٹک جاری رکھیں۔ ظہر کی نماز سے

Marfat.com

عصر کی نماز تک یہ سماع جاری رہا' پھر قوال آ گئے اور مولانا کی اس غزل سے انہوں نے سماع شروع کر دیا:

یکی گنجی پدید آمد درین دکان زرکوبی　　زهی صورت' زهی معنی' زهی خوبی' زهی خوبی

(مناقب العارفین' ص ۴۲۱)

یعنی اس زرکوب (سونے کے ورق بنانے والے) کی دکان پر ایک خزانہ نظر آیا' عجب صورت ہے' عجب معنی ہے' واہ کیا خوبی ہے' واہ کیا خوبی ہے۔ ایک روز معین الدین پروانہؒ کے گھر میں محفل سماع گرم تھی علما و شیوخ اور امرائے سلطان موجود تھے۔ آدھی رات تک حضرت مولانا سماع میں محو رہے۔ معین الدین پروانہؒ نے ایک شخص شرف الدینؒ سے کہا کہ مولانا کا خیال رکھنا میں ذرا کچھ دیر سو جاؤں تا کہ کچھ توانائی حاصل ہو جائے اور پھر میں ان بزرگوں کی خدمت کر سکوں' مولانا نے وجد کی کیفیت میں یہ غزل شروع کی:

گرنخپسی به شب ای جان چه شود　　ورنکوبی در هجران چه شود

ور بیاری شبکی روز آری　　از برایی دل یاران چه شود

ور سلیمان سوی موران آید　　تاشود مور سلیمان چه شود

ور دو دیده بتو روشن گردد　　کوری دیدهٔ شیطان چه شود

یعنی اے محبوب تم آج رات نہ سوؤ تو کیا اچھا ہو اور اگر تم فراق کا دروازہ نہ کھٹکھٹاؤ تو کیا اچھا ہو اور اگر دوستوں کی دلجوئی کے لیے رات بھر تم ہمارے پاس رہو تو کیا اچھا ہو' اور اگر سلیمانؑ چیونٹیوں کے پاس آ جائے تا کہ چیونٹی بھی سلیمانؑ بن جائے تو کیا اچھا ہو اور اگر ہماری دونوں آنکھیں تمہارے دیدار سے روشن ہو جائیں اور شیطان کی

Marfat.com

آنکھیں اندھی ہو جائیں تو کیا اچھا ہو___ معین الدین پروانہؒ نے یہ سن کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے' خاک میں غلطاں ہو گئے اور بہت آہ وزاری کی۔ معین الدین پروانہؒ کا نام بھی سلیمان تھا' صبح تک وہ حضرت مولانا کی خدمت میں رہا ___ سماع میں مولانا رومؒ نے بڑی جاندار غزلیں کہی ہیں' جو ان کے جوش' شوق اور اخلاص کی آئینہ دار ہیں۔ ایک بار سماع ختم ہوا تو یہ غزل کہی:

گفت لبم نا گهان نام گل گلستان آمده آن گلعذار کوفت مرا در دهان

گفت که سلطان منم جان گلستان منم حضرت چون من شهی و آنگه یاد فلان

یعنی میرے ہونٹوں پر اچانک چمن کے پھول کا نام آ گیا' میرے گلعذار نے آ کر میرے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا کہ سلطان (یعنی حسینوں کا بادشاہ) میں ہوں' جانِ گلستان میں ہوں مجھ ایسے محبوب کے سامنے کسی اور محبوب کو یاد کرو (یہ ہمارے سامنے گستاخی ہے) ___ یہ غزل اس وقت کہی جب مولانا شمس تبریزؒ کا ذکر چھڑ گیا ___ کہتے ہیں کہ ایک روز مولانا قطب الدین شیرازیؒ حضرت مولانا رومؒ کی زیارت کے لیے آئے۔ مولانا نے اُن سے سوال کیا کہ تمہارا مسلک کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہمارا مسلک مرنا اور نقد حیات آسمان پر لے جانا ہے۔ صدر جہاں بھی موجود تھے انہوں نے فرمایا تا نمردی نبردی' قطب الدینؒ نے کہا آہ دریغا چہ کنم' حضرت مولانا نے فرمایا ہمیں کہ چہ کنم اور پھر سماع شروع ہوا اور یہ رباعی سماع میں پڑھی:

گفتم چه کنم' گفت همین که چه کنم؟ گفتم بـه ازیـن چاره ببین که چه کنم؟

رو کرده بمن بگفت اے طالب دین پیوسته برین باش برین که چه کنم؟

یعنی میں نے کہا ''کیا کروں'' اُس نے کہا یہی ''کیا کروں'' میں نے کہا اس سے بہتر

Marfat.com

کوئی اور علاج بتا' اُس نے میری طرف چہرہ کر کے کہا کہ اے دین کے طالب ہمیشہ اسی پر عمل کر کہ "میں کیا کروں" ____ حضرت مولانا رومؒ نے ایک بار اپنے ایک مرید کمال الدین کے گھر سماع کیا اور یہ غزل پڑھی:

مرا اگر توندانی بپرس از شبہا ۔۔۔ بپرس از رخ زرد وز خشکی لبہا

یعنی تو اگر مجھے نہیں جانتا تو میری راتوں سے پوچھ' میرے زرد چہرے سے پوچھ اور میرے خشک ہونٹوں سے پوچھ ____ یہ طویل غزل ہے۔

کچھ لوگوں نے حضرت مولانا رومؒ سے سوال کیا کہ پرانے زمانے میں جنازے کے ساتھ قاری اور موذن ہوتے تھے لیکن آج کل آپ کے زمانے میں قوال ہوتے ہیں۔ علمائے امت اسے بدعت کہتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ جنازے کے آگے جب موذن' قاری اور حافظ ہوتے ہیں تو اس بات کی گواہی ہے کہ یہ میت مومن کی ہے اور جب جنازے کے آگے قوال ہوتے ہیں تو اس بات کی گواہی ہے کہ متوفی مومن و مسلمان بھی تھا اور عاشق حق بھی تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ روح انسانی قید خانہ بدن سے رہائی پا کر اپنے اصلی مرکز کی طرف لوٹ گئی ہے' تو یہ بات موجب شکر و شادی و سماع ہے۔ جب کسی شخص کو قید خانے سے آزاد کرتے ہیں تو لوگ خوشی کرتے ہیں۔ اللہ والوں کی موت بھی ایسی ہے ____ حضرت مولانا رومؒ کا قول ہے کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ (مرنے کے بعد) مٹی نہ بنو تو نور کی طرف چلے جاؤ کیونکہ نور مٹی میں نہیں ملتا:

نور خواھی مستعد نور شو ۔۔۔ حور خواھی پاک تر از حور شو

یعنی اگر تم نور بننا چاہتے ہو تو نور کے قابل بن جاؤ اور اگر حور کے طالب ہو تو

Marfat.com

حور سے زیادہ پاکیزہ بن جاؤ ـــــ قونیہ (ترکیہ) کے تمام بڑے بڑے امراء کی خواتین امین الدین میکائل (جو سلطان کا نائب خاص تھا) کی بیوی کے پاس جمع ہو جاتی تھیں اور درخواست کرتی تھیں کہ حضرت مولانا کی دعوت کی جائے۔ حضرت مولانا رومؒ امین الدین میکائیل کی بیوی کو شیخ خواتین کہتے تھے۔ مولانا نماز عشا کے بعد اکیلے ان کے پاس جاتے' خواتین ان کے گرد حلقہ کر لیتیں اور بہت سے پھول پتیاں نچھاور کرتیں۔ آدھی رات تک حضرت مولانا روحانی اسرار کی باتیں اور پندو نصائح فرماتے پھر گانے والی کنیزیں اور ساز بجانے والی عورتیں قوالی شروع کرتیں۔ حضرت مولانا سماع سنتے اور وہ تمام خواتین وجد میں آجاتیں اور اپنے زیورات مولانا کے قدموں میں نچھاور کر دیتی تھیں لیکن مولانا قطعاً کسی سے کوئی چیز نہیں لیتے تھے۔ صبح کی نماز ان کے ساتھ ادا کر کے گھر کو روانہ ہو جاتے تھے۔ (مناقب العارفین۔ اسرار التوحید' ص ۳۶۴۔ مرصاد العباد' ص ۳۶۴)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سماع برصغیر میں قوالی کی شکل میں اب بھی رائج ہے لفظِ قوّالی قول ہی کی ایک صورت ہے' قول سے قوّال مبالغے کا صیغہ ہے جس سے لفظِ قوّالی بنا ہے۔ عام طور پر بزرگ صوفیہ کے عرس کے موقع پر برصغیر میں قوّالی منعقد کی جاتی ہے۔ قدیم زمانے میں ایران میں بھی عرس کی تقریبات ہوتی تھیں اور عرس کے موقع پر سماع کی محفلیں منعقد کی جاتی تھیں۔ اسرار التوحید میں ہے ''آن روز فام شیخ بگزاردند و کارِ عرس ساختند''۔ نجم الدین رازی مرصاد العباد میں فرماتے ہیں ''از اینجاست کہ چون صوفیان را عزیزی وفات کند بہ عرس او سماع کنند'' ـــــ البتہ اب ایران میں مدت سے قوّالی کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے' ترکیہ (ترکی) میں

Marfat.com

مولوی فرقہ کی وجہ سے اب بھی سماع کی روایت قائم ہے۔ اگرچہ ۱۹۲۳ء میں یعنی اتاترک کے انقلاب کے بعد ترکی میں سماع ممنوع ہوگیا تھا۔ لیکن ۱۹۵۱ء میں پھر محفل سماع برپا کرنے کی اجازت ہوگئی۔ ترکی میں سماع کی محفل قائم کرنے کی باقاعدہ رسومات ہیں جو مختصراً یوں ہیں: سماع شروع ہونے سے پہلے ایک درویش مولوی فرقہ کی ٹوپی اور خرقہ پہنے ہوئے اس ہال میں داخل ہوتا ہے جہاں یہ محفل سماع منعقد ہوتی ہے، شمعدان میں رکھی ہوئی شمع کو وہ روشن کرتا ہے، قدیم زمانے میں سماع کی محفلوں میں جو شمعیں روشن کی جاتی تھیں ان کی یادگار کے طور پر وہ یہ شمع روشن کرتا ہے، اس کے بعد سازندوں اور مطربوں کی جماعت یا قوالوں کی جماعت اپنے استاد کی رہنمائی میں سیاہ لباس پہنے آتی ہے۔ سازندوں کا استاد سماع کا آغاز نے نوازی سے کرتا ہے پھر دف نواز، تنبورہ بجانے والے، رباب نواز بھی نے نواز کی ہمراہی میں اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اشعار پڑھنے والوں کی ایک جماعت ترکی یا فارسی زبان کے اشعار سازندوں کے ساتھ پڑھنا شروع کردیتی ہے۔ ہر نظم یا غزل کے خاتمہ پر اشعار پڑھنے والے یہ درود پڑھتے ہیں:

صلی اللہ علی محمد، صلی اللہ علیک احمد

سماع کا آغاز نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے، پھر طبلہ بجایا جاتا ہے، طبلہ کی آواز کن فیکون کی علامت سمجھی جاتی ہے اور آیت کن فیکون تخلیق کائنات کی علامت ہے، اس کے بعد نے یعنی بانسری بجائی جاتی ہے بانسری صور اسرافیل کی علامت ہے، جو قیامت کے بعد مُردوں کو دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ اس کے بعد سلام پڑھے جاتے ہیں، سلام یہاں ایک خاص معنی اور مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی

Marfat.com

چند اشعار ساز کے ساتھ گائے جاتے ہیں۔ ہر سلام سے پہلے شیخ یا مرشد یا پیر جو میرِ مجلس ہوتا ہے اس کی دست بوسی کی جاتی ہے اور سماع کے آغاز کی اجازت چاہی جاتی ہے۔ آخر میں دعا ہوتی ہے (ابوالقاسم تفضلی' مولانا و سماع' ص ۱۲۴۔ اسرار التوحید۔ مرصاد العباد' ص ۳۶۴)____ یہ محافل سماع اس قدر دلچسپ ہوتی ہیں کہ لوگ دور دور سے بلکہ دوسرے ممالک کے سیاح اور غیر مسلم بھی ان میں شرکت کرتے ہیں اور روحانی فیض اور ذہنی لطف سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

مثنوی رومی میں مولانا رومیؒ نے رسمی سماع کے باب میں ایک حکایت بیان کی ہے جو یوں ہے کہ ایک صوفی دور دراز کا سفر طے کر کے ایک شہر میں آیا' رات بسر کرنے کے لیے وہ ایک خانقاہ میں گیا اس نے اپنے گدھے کو اصطبل میں باندھا' اسے پانی پلایا' چارہ ڈالا اور پھر صوفیہ سے ملا____ خانقاہ کے صوفیہ کئی دن سے بھوکے تھے' بھوک اور غربت تو انسان کو کفر کے قریب لے جاتی ہے' سو انہوں نے چپکے سے اس گدھے کو بیچ دیا اور جو رقم ملی اس سے کھانے پینے کی اشیاء خرید لیں اور ساتھ ہی سماع کا بھی پروگرام بنالیا' چنانچہ کھانے کے بعد سماع شروع ہوگیا۔ اور سب صوفیہ سماع سن کر حال و وجد میں آ گئے اور ناچنے لگے۔ قوّالوں نے قوّالی کا یہ مصرع بار بار پڑھنا شروع کر دیا:

خر برفت و خر برفت و خر برفت

تمام صوفیہ بھی بار بار پڑھنے لگے' صوفیہ کے ساتھ یہ نووارد صوفی بھی تمام دوسرے صوفیہ کی تقلید میں یہ مصرع مستی کے عالم میں پڑھنے لگا اور ساری رات تمام صوفیہ قوالی کے اس مصرع پر رقص کرتے رہے۔ آخر کار صبح ہوگئی۔ سب صوفیہ ادھر ادھر

Marfat.com

چلے گئے' ساری خانقاہ خالی ہوگئی۔ وہ صوفی بھی اپنے سامان کو حجرہ سے اٹھا کر لایا تا کہ گدھے پر لادے اور اپنی منزل پر روانہ ہو۔ جب وہ اصطبل میں گدھا لینے گیا تو گدھا غائب تھا۔ سخت پریشان ہوا۔ گدھا اسے کہاں سے ملتا کہ صوفیہ نے اسے بیچ کر دعوت اور سماع کا اہتمام جو کر لیا تھا۔ (نجیب مایل ہروی' سماع نامہ ہای فارسی' ص ۹)

اور ہاں سعدیؒ نے بھی سماع کے بارے میں ایک حکایت یوں بیان کی ہے کہ مجھے میرے مرشد ابوالفرج ابن جوزیؒ سماع سننے سے منع فرماتے تھے لیکن میرے سر میں سماع کا شوق سمایا ہوا تھا' باوجود مرشد کے منع کرنے کے اکثر سماع کی محفلوں میں شریک ہوتا تھا' جب کبھی مجھے مرشد کی نصیحت یاد آتی تھی تو میں کہتا تھا:

قاضی ار با ما نشیند برفشاند دست را

محتسب گرمی خورد معذور دارد مست را

یعنی قاضی اگر ہمارے ساتھ مجلس میں بیٹھے تو وہ بھی ناچنے لگے اور اگر محتسب ہمارے ساتھ شراب پی لے تو ہم مستوں کو معذور سمجھے (ہمارا شراب پینا جائز سمجھے)____

ایک رات میں ایک محفل سماع میں شریک ہوا' قوال کی آواز اس قدر بھدی تھی کہ میں بہت بدمزہ ہوا' لیکن میں پھر بھی دوستوں کی خاطر اس محفل میں بیٹھا رہا' یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ میں نے اپنی دستار سر سے اتار کر اور دینار جیب سے نکال کر اس قوال کو بطور نذرانہ پیش کیے' ساتھ ہی اس کا بہت شکریہ بھی ادا کیا۔ میرے دوست میری اس حرکت سے بہت حیران ہوئے۔ ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ کہ ایک ایسے بھدّی آواز والے قوال کو دستار بھی دے دی اور دینار بھی دے دیئے۔ اس کو تو کبھی کسی نے ایک ٹکہ بھی نہیں دیا ہوگا...... میں نے کہا بہتر یہ ہے کہ تم اعتراض

Marfat.com

واپس لے لو۔ در حقیقت آج کرامت شیخ مجھے یاد آ گئی کہ میرے مرشد نے بارہا منع کیا کہ میں سماع کی محفلوں میں شریک نہ ہوں، مگر میں نے ان کی نصیحت پر عمل نہیں کیا لیکن آج میری قسمت نے یاوری کی اور میں نے اس بھدی آواز والے قوّال کے ہاتھ پر توبہ کر لی، آئندہ میں سماع کی محفلوں میں شریک نہیں ہوں گا۔ (سعدی شیرازی، گلستان۔ سماع نامہ ہای فارسی)

کسی اہلِ دل کا قول ہے کہ سماع وموسیقی سے مطلوب اگر لذّتِ نفس ہے تو صوفیِ صاف دل کے لیے گناہ ہے اور اگر کشادگیِ قلب وتازگیِ روح ہے تو یادِ حق ہی کی ایک صورت ہے۔

اور یہ بھی تو ہے:

کیا رقص وسرود کی رسم قرآن وسنت کی روح اور زندہ قوموں کی روایت سے مناسبت رکھتی ہے؟

ذرا سوچیے تو!

Marfat.com

مآخذ

ا ابوالفرج ابن جوزی: تلبیس ابلیس، ترجمہ فارسی از عالی رضا ذکاوتی، مرکز نشر دانشگاہی، تہران، ۱۳۶۸
ابوالقاسم تفضلی: مولانا و سماع، قند پارسی، فصل نامۂ فرہنگ زبان و ادب فارسی، شمارہ ۳۸، تہران، ۱۳۸۶ش۔
ابی سعید ابوالخیر: اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید، مرتبہ محمد بن منور، تصحیح شفیعی کدکنی، تہران، ۱۳۶۱، ۱۳۷۶۔
۔۔۔۔۔۔۔۔ : اسرار التوحید، مرتبہ محمد بن منور تصحیح ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، تہران ۱۳۶۰ (چاپ سوم)۔
اردستانی، پیر جمال الدین: مرآۃ الافراد، تصحیح ڈاکٹر حسین انیسی پور، انتشارات زوّار ایران، ۱۳۷۱
اصفہانی، امام راغب: مفردات القرآن، ترجمہ مولانا فیروز پوری، اہل حدیث اکادمی، لاہور ۱۹۷۱
الافلاکی العارفی، شمس الدین احمد: مناقب العارفین، تصحیح یازیجی، دنیای کتاب، تہران، ۱۳۶۲
الخاقانی، نورالدین محمد قاضی: اخلاق جہانگیری، نسخۂ خطی مملوکہ شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور
السہروردی، ضیاء الدین ابونجیب: آداب المریدین، ترجمان عمر بن محمد بن احمد شیرکان، تصحیح نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ، ۱۴۰۴ھ
الطوسی، احمد بن محمد: الهدية السعدية فی معان الوجدیه، بہ اہتمام احمد مجاہد، ۱۳۷۴ھ ش
العبادی المرزوی، قطب الدین ابوالمظفر منصور بن اردشیر: مناقب الصوفیہ، بامقدمۂ نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ۔
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ : صوفی نامہ، التصفیہ فی احوال المتصوفہ، باتصحیح غلام حسین یوسفی، انتشارات محمد علی علمی، چاپ دوم، تہران، ۱۳۶۸
اللہ یار خان: دلائل السلوک (البیان فی مسائل السلوک والاحسان) مرتبہ عبدالرزاق ادارہ نقشبندیہ، چکوال، سال ندارد۔
ب بخاری، صلاح بن مبارک: انیس الطالبین وعدۃ السالکین، بہ تصحیح ڈاکٹر خلیل ابراہیم صاری اوغلی، بہ کوشش ڈاکٹر توفیق سبحانی، سازمان انتشارات کیہان، ایران، ۱۳۷۱۔
بقلی شیرازی: روزبہان، شرح شطحیات، کتاب خانہ طہوری، بامقدمہ ہنری کوربن، تہران، انجمن

Marfat.com

ایران شناسی فرانسہ در تہران، ۱۹۹۵/۱۳۷۴

بہاولد: معارف بہاولد، تصحیح فروزانفر، تہران، ۱۳۵۲ھ

بیابانگی، شیخ رکن الدین ابوالمکارم احمد بن محمد معروف بہ علاء الدولہ سمنانی: چہل مجلس یا رسالہ اقبالیہ، مرتبہ امیر اقبال شاہ بن سابق سجستانی، با مقدمہ نجیب مایل ھروی، تہران ۱۳۶۶

بیرونی، ابوریحان: تحقیق ماللھند، ترجمہ منوچہر صدوقی سہا، موسسہ مطالعات وتحقیقات فرہنگی ایران۔

پ بناھی، دکتر معین: اخلاق عارفان، انتشارات روزنہ، تہران ۱۳۷۸۔

ت تھانوی، مولانا اشرف علیؒ: مقالات صوفیہ، اردو ترجمہ مفتی محمد شفیع، دارالاشاعت، کراچی، ۱۳۵۵

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ : التکشف عن مہمات التصوف، سجاد پبلیشرز لاہور سال ۱۹۶۰

تھانیسری، جلال الدین محمود: ارشاد الطالبین، نسخہ خطی، کتابخانہ مجلس شورای ملی، نمبر ۱۰۶۸۶۔

ج جاحظ: کتاب البیان والتبیین، چاپ قاہرہ، ۱۳۱۳

جامی، نورالدین، عبدالرحمٰن: نفحات الانس من حضرات القدس، با مقدمہ مہدی توحیدی پوری، انتشارات کتابفروشی محمودی، تہران ۱۳۶۰۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ : لوائح، بکوشش محمد حسین تسبیحی، تہران، ۲۵۳۶ شاہی۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ : نفحات الانس من حضرات القدس مقدمہ ڈاکٹر محمود عابدی، انتشارات اطلاعات، تہران ۱۳۷۰

جندی، موید الدین: نفحۃ الروح وتحفۃ الفتوح، با تصحیح نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ، تہران ۱۴۰۲ھ ق۔

چ چشتی، شیخ عبدالرحمٰن: مرآۃ الاسرار، ترجمہ واحد بخش سیال، رحیم یار خان، ۱۴۱۱ھ

چشتی، خواجہ معین الدین: دلیل العارفین، مرتبہ بختیار کاکیؒ، مطبع منشی نول کشور، کان پورھند، ۱۸۸۹

ح حاکمی، ڈاکٹر اسماعیل: سماع در تصوف، انتشارات دانشگاہ تہران، ۱۳۷۲

حلاج، حسین بن منصور: طواسین ترجمہ عتیق الرحمٰن، المعارف لاہور، ۱۹۸۳

حمویہ سعد الدین: المصباح فی التصوف، با مقدمہ نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ، ۱۴۰۳ھ۔

خ خانقاہی، ابوالنصر طاہر بن محمد: گزیدہ در اخلاق وتصوف، بہ کوشش ایرج افشار، شرکت انتشارات علمی، فرہنگی، ایران، چاپ دوم ۱۳۷۴

خباز کشمیری، محمد حسین: ھدایت الاعمیٰ، نسخہ خطی مملوکہ شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

خمینی، حضرت امام: طلب وارادہ، ترجمہ فارسی سید احمد فہری، مرکز انتشارات علمی وفرہنگی، تہران، ۱۳۶۲ھ

Marfat.com

خواجہ گیسودراز، ابوالفتح صدالدین سید محمد الحسینیؒ: تذکرۂ خواجہ گیسودراز، مرتبہ اقبالالدین احمد، اقبال پبلشرز، کراچی، ۱۹۶۶

ذ ذوقی، سید محمد: سّرِ دلبران، کراچی، ۱۳۸۸

" " ": مضامین ذوقی، مرتبہ واحد بخش سیال، محفل ذوقیہ، کراچی۔

ر رازی، نجم الدین ابوبکر محمد بن شاہاور بن انوشروان: رسالہ عشق وعقل، بہ اهتمام تقی تفضلی، شرکت انتشارات علمی وفرھنگی، ایران ۱۳۶۷

" " " " " " " " " " " " " " ": معروف بہ دایہ، مرصادالعباد، بہ اهتمام ڈاکٹر محمد امین ریاحی، تہران ۱۳۷۷۔

رازی، نجم الدین: ابوبکر عبداللہ بن محمد بن شاھاور الاسدوی: مرصادالعبادمن المبدأالی المعاد، بہ اهتمام حسین الحسینی النعمت اللّٰھی، سازمان انتشارات سنائی۔

رشید احمد گنگوہی: امدادالسلوک، نسخۂ خطی مملوکہ ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی۔

ز زیدی، شمیم محمود: احوال وآثار شیخ بہاءالدین وخلاصۃ العارفین۔

ژ ژندہ پیل، احمد جام نامقی: منتخب سراج السائرین، بہ تصحیح ڈاکٹر علی فاضل، موسسہ چاپ وانتشارات آستانہ قدس رضوی، مشہد، ایران، ۱۳۶۸

س سجادی، ڈاکٹر سید جعفر: شہاب الدین سہروردی: وسیری در فلسفۂ اشراق انتشارات فلسفۂ تہران، ۱۳۶۳اش

سجادی، ڈاکٹر سید ضیاءالدین: مقدمہ ای بر مبانی عرفان وتصوف، تہران ۱۳۷۲۔

سجادی، سید علی محمد: خرقہ وخرقہ پوشی: شرکت انتشارات علمی وفرھنگی، تہران ۱۳۸۳

سمعانی، شھاب الدین احمد: روح الارواح، فی شرح اسماء الملک الفتاح، مرتبہ نجیب مایل هروی، تہران، ۱۳۸۴۔

سہروردی، شیخ شہاب الدین: عوارف المعارف، ترجمہ ابومنصور بن عبدالمومن اصفہانی، بہ اهتمام قاسم انصاری، تہران ۱۳۷۴۔

سہروردی، شیخ شہاب الدین: عوارف المعارف، ترجمہ اردو شمس بریلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۷۷ء

سید عبدالقادر جیلانی: غنیۃ الطالبین، ترجمہ اردو سید عبدالدایم جلالی، لاہور

Marfat.com

ش شاہ عبداللہ دہلوی، المعروف بہ شاہ غلام علی: ملفوظات درالمعارف، مرتب شاہ روف احمد، ۱۳۷۶
شاہ ولی اللہ: انفاس العارفین، ترجمہ اردو سید محمد فاروق القادری، المعارف، لاہور ۱۳۹۱
شبلی نعمانی، مولانا: الغزالی، تاج بک ڈپو، لاہور ۱۹۰۱
شمس تبریزی، شمس الدین محمد: مقالات شمس تبریزی، با مقدمہ محمد علی موحد، ایران، ۲۵۳۶ شاہی
ص صاین الدین ترکہ: اطوار ثلاثہ، مرتبہ حسین داودی، بحوالہ رسالہ، معارف نشریہ مرکز نشر دانشگاہی، دورہ نہم شمارہ ۲، سال ۱۳۷۱۔
صدیقی، ظہیر احمد: آفاق افکار، مجلس تحقیق و تالیف فارسی، دانشگاہ گورنمنٹ کالج، لاہور ۱۹۹۷
" " " ": تصوف اور تصورات صوفیہ، مجلس تحقیق و تالیف فارسی، جی سی یونیورسٹی لاہور، ۲۰۰۸
" " " ": حکمت حکومت، مجلس تحقیق و تالیف فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور ۱۹۹۸
" " " ": اخلاقیات ایرانی ادبیات میں، مجلس تحقیق و تالیف فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور ۲۰۰۳
" " " ": گنجینۂ معانی، مجلس تحقیق و تالیف فارسی، دانشگاہ گورنمنٹ کالج، لاہور ۲۰۰۲
صغانی، امام رضی الدین حسن: مشارق الانوار، ترجمہ خرم علی، مرتبہ مولانا عبدالحلیم چشتی، کراچی، ۱۳۷۵
صفا، ڈاکٹر ذبیح اللہ: مقدمہ ای بر تصوف، ایران، ۱۳۷۱
ط طالب ہاشمی: حکایات صوفیہ، شعاع ادب لاہور، ۱۹۷۳
طباطبائی، ڈاکٹر فاطمہ: سخن عشق، دیدگاہ ھای امام خمینی و ابن عربی، تہران، ۱۳۷۰۔
" " " ": یک ساغر از ھزار، (سیری در عرفان امام خمینیؒ) موسسۂ چاپ و نشر عروج، ایران ۱۳۸۲
طوسی، ابو نصر سراج: اللمع فی التصوف، ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن، اسلام آباد، ۱۹۹۶
ع عبداللہ انصاری: سخنان پیر ہرات، بہ کوشش ڈاکٹر محمد جواد شریعت، تہران ۱۳۷۶
" " " ": مجموعۂ رسائل، بہ اہتمام محمد شیروانی، ایران، ۱۳۵۲
" " " ": طبقات الصوفیہ، با تصحیح عبدالحی حبیبی قندھاری، باھتمام حسین آہی، انتشارات فروغی، ایران، ۱۳۶۲
" " " ": کشف الاسرار (دہ جلدی) (خلاصۂ تفسیر ادبی عرفانی قرآن مجید) تالیف امام احمد میبدی، چاپ و انتشارات اقبال، تہران، ایران، ۱۳۷۱
" " " ": منازل السائرین، ترجمہ روان فرہادی، انتشارات مولی، ایران ۱۳۶۱

Marfat.com

عطار، شیخ فرید الدین: تذکرۃ الاولیا، ترجمہ محمد عادل خان، مرتبہ طفیل احمد جالندھری، کتب خانہ خورشیدیہ لاہور

۔۔۔۔۔: تذکرۃ الاولیاء (چاپ سوم) با مقدمہ میرزا محمد خان قزوینی، ۱۳۳۶۔

۔۔۔۔۔: مصیبت نامہ، تصحیح ڈاکٹر نورانی وصال، کتاب فروشی زوار، ایران، چاپ سوم، ۱۳۶۴

۔۔۔۔۔: تذکرۃ الاولیاء، تصحیح فوادروحانی، کتاب فروشی زوار، تہران

عفیفی، ڈاکٹر ابوالعلا: رسالۂ ملامتیہ، صوفیہ وفتوت، ترجمہ فارسی، دکتر نصر اللہ فروھر، تہران، ۱۳۷۶

عوفی، نورالدین محمد بن محمد: جوامع الحکایات، (منتخب جوامع الحکایات) بنگاہ علمی، تہران، ایران ۱۳۲۴

عین القضاۃ ھمدانی، ابوالمعالی عبداللہ بن محمد بن علی: تمہیدات، با مقدمہ عفیف عسیران، کتاب خانہ منوچہری، ایران۔

غ غزالیؒ امام: احیاء العلوم، ترجمہ اردو از محمد احسن صدیقی، کراچی

۔۔۔۔۔: احیاء العلوم، ترجمہ اردو از ندیم الواجدی، دار الکتاب، دیوبند، ہند۔

۔۔۔۔۔: ترجمہ اردو از ندیم الواجدی، دیوبند ھند

غزالی، امام محمد: کیمیای سعادت، تصحیح احمد آرام، انتشارات گنجینہ، تہران ۱۳۳۳

۔۔۔۔۔: منہاج العابدین، ترجمہ عمر بن عبدالجبار سعدی ساوی، تصحیح احمد شریعتی انجمن اسلامی حکمت وفلسفہ ایران، تہران، ۱۳۵۹

غزالی، احمد: رسالۃ الطیر، بہ اہتمام نصر اللہ پور جوادی، ایران ۱۳۹۴ھ ق

سوانح، با مقدمۂ نصر اللہ پور جواری، انتشارات بنیاد فرھنگ ایران، ۱۳۵۹

غلام فرید، خواجہ: مقابیس المجالس، (اشارات فریدی) مرتبہ رکن الدینؒ، ترجمہ واحد بخش سیال، صوفی فاؤنڈیشن بہاولپور۔

غنی، ڈاکٹر قاسم: تاریخ تصوف در اسلام، انتشارات زوار، تہران، ۱۳۷۵

غوث علی شاہ قلندر قادری: تعلیم غوثیہ مرتبہ سید شاہ گل حسن قلندر قادری، نفیس اکیڈیمی کراچی، ۱۹۷۶

ف فروغی، محمد علی: سیر حکمت در اروپا، جلد اول، دوم وسوم، بنگاہ مطبوعات صفی علی شاہ، ایران ۱۳۱۷

ق قشیری، عبدالکریم: رسالہ قشیریہ، ترجمہ فارسی، با تصحیح بدیع الزمان فروزانفر، تہران ۱۳۷۲

قشیری، عبدالکریم بن ہوازن: رسالۂ قشیریہ ترجمہ اردو ومقدمہ پیر محمد حسن، جامعہ اسلامیہ بہاولپور،

Marfat.com

۱۳۹۰/۱۹۷۰
قلندر، تراب علی شاہ: مطالب رشیدی، لاہور سال اشاعت ندارد۔
ک کاشانی، عز الدین: مصباح الهدایت و مفتاح الکفایت، تصحیح جلال الدین همایی، تہران ۱۳۶۲
کاشفی سبزواری، مولانا حسین واعظ: فتوت نامہ سلطانی، بہ اهتمام محمد جعفر محجوب، انتشارات بنیاد فرهنگ ایران، تہران، ۱۳۵۰ش
کبریٰ، نجم الدین: الاصول العشرہ، ترجمہ فارسی، عبدالغفور لاری، بہ اهتمام نجیب مایل ہروی، انتشارات مولیٰ، تہران، ۱۴۰۴ھ ق
۔۔۔۔۔۔: السائر والحائر، مطبوعہ تہران، ایران
کرمانی، سید محمد بن مبارک علوی: سیر الاولیا، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۷۸
کلابادی، امام ابوبکر بن ابواسحاق بن یعقوب البخاری: کتاب تعرف، متن و ترجمہ ڈاکٹر محمد جواد شریعت: انتشارات اساطیر، ایران، ۱۳۷۱
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔: تعرف، اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۷۸۔
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔: تعرف، ترجمہ و شرح بعنوان سیر تصوف از محمد یعقوب مصطفائی، اسلام آباد ۱۹۸۷، جلد اول، دوم، سوم، چہارم۔
کلیم اللہ شاہ جہان آبادی: کشکول کلیمی، لاہور ۱۹۱۴
کیانی نژاد، زین الدین: سیر عرفان در اسلام، انتشارات اشراقی، تہران، ایران، ۱۳۶۶۔
کیانی، دکتر محسن: تاریخ خانقاہ در ایران، انتشارات طہوری، تہران ۱۳۸۰
گ گنگوہی، مولانا رشید احمد: امداد السلوک ترجمہ از عاشق الٰہی میرٹھی بہ عنوان ارشاد الملوک، مقدمہ مولانا محمد زکریا، سہارنپور، ہند، ۱۳۳۲۔
گیسو دراز: فوائد حضرت بندہ نواز، مرتبہ محمد معشوق حسین خان سلطانی، سجاد پبلشرز، لاہور ۱۹۵۹
ل لاہیجی، شیخ محمد: گلشن راز، (مفاتیح الاعجاز فی شرح گلشن راز) با مقدمہ کیوان سمیعی، انتشارات سعدی، ایران، ۱۳۷۴
م مانک پوری، حسام الدین: انیس العاشقین، نسخہ خطی مملوکہ ظہیر احمد صدیقی
۔۔۔۔۔۔: انیس العاشقین، مطبع مجتبائی، دھلی ۱۳۱۰ھ۔

Marfat.com

مایل ہروی، نجیب: اندارغزل خویش نہان خاہم گشتن، سماع نامہ ہای فارسی، نشرنی، تہران، ۱۳۹۹
محدث دھلویؒ، شیخ عبدالحق: رسالہ نوریہ سلطانیہ، بامقدمۂ ڈاکٹر محمد سلیم اختر، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۵
محمد بن محمود شمس الدین آملی: نفائس الفنون (فرہنگ اصطلاحات و تعریفات)، مرتبہ ڈاکٹر بہروز ثروتیان، تہران، ۱۳۸۰
مخدوم جہانیاں جہان گشت، جلال الدین حسین بخاری: خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم، بہ اھتمام ڈاکٹر غلام رور، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۲
مسعودی، ابوالحسن علی حسین: مروج الذھب، ترجمہ فارسی ابوالقاسم پاینده، تہران، ۱۳۷۴
معصوم علی شاہ، محمد معصوم شیرازیؒ: طرایق الحقایق، تصحیح محمد جعفر محجوب، کتابہ خانہ سنائی
میبدی، ابوالفضل رشید الدین: کشف الاسرار وعدۃ الابرار، معروف بہ تفسیر خواجہ عبداللہ انصاری، بکوشش علی اصغر حکمت، انتشارات امیر کبیر، ایران، ۱۳۶۱
نجم الدین محمود بن سعد اللہ اصفہانی: مناہج الطالبین ومسالک الصادقین، بہ اھتمام نجیب مایل ہروی، انتشارات مولی، تہران ۱۳۶۴ھ ش۔ ن
نخشبی، ضیاء الدین: سلک السلوک بامقدمۂ ڈاکٹر غلام علی آریا، کتاب فروشی زوار، ایران، ۱۳۶۹ش
نسفی، عزیز الدین: کشف الحقایق، مرتبہ احمد مہدوی دامغانی بنگاہ ترجمہ ونشر کتاب، ایران، ۱۳۵۹
" " " " " : کتاب الانسان الکامل، بامقدمہ ماریژن مولہ، کتابخانہ طہوری، ایران، ۱۳۶۲ ش، ۱۹۸۳م
نظام الدین اولیا: فوائد الفواد، مرتبہ خواجہ امیر حسن سجزی، ترجمۂ خواجہ حسن ثانی نظامی دھلوی، اردو اکادمی دھلی، طبع سوم ۱۹۹۲۔
نکلسن، رینولد: تصوف اسلامی ورابطۂ انسان وخدا ترجمہ ڈاکٹر محمد رضا شفیعی کدکنی، انتشارات سخن، تہران، ۱۳۷۴
وزیر آغا، ڈاکٹر: مقالات
ہجویری، ابوالحسن علی بن عثمان: کشف المحجوب، اصلی قلمی نسخہ، بادیباچہ پروفیسر غلام سرور رانا، سیکنڈ ایڈیشن ۲۰۰۶۔ ہ
" " " " " : کشف المحجوب، بہ کوشش ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی، انتشارات مرکز تحقیقات

Marfat.com

ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۵

ھمائی، جلال: غزالی نامہ، ایران

ہمدانی، خواجہ یوسف: (خواجہ امام ابو یعقوب یوسف بوزنجردی ہمدانی) رتبۃ الحیات، بہ تصحیح ڈاکٹر محمد امین ریاحی، ایران ۱۳۶۱

Marfat.com

اشاریہ متن

اسماء، اماکن وکتب

ابراہیم ادہمؒ	۲۷
ابراہیمؑ، حضرت	5، ۲۴، ۲۵، ۳۳
ابن جلاؒ	10
ابن خلدون	۵۳
ابوالحسن خرقانیؒ، حضرت	15، 20
ابوالحسن نوریؒ	10
ابوالعباس	۸۸
ابوالفتح بستیؒ	3
ابوالفتح محمد بن مطہر جامیؒ	۷۷
ابوالفراج ابن جوزیؒ	۲، ۳، ۹۸
ابوالقاسم تفضلی	۹۷
ابوالقاسم گرگانیؒ، شیخ	۸۱
ابوالقاسم نصرآبادیؒ	18، ۷۷
ابوالفاخر یحییٰ باخرزیؒ	۵۱، ۷۳، ۸۰، ۸۱
ابوالہاشم صوفیؒ	5
ابوبکر صدیقؓ، حضرت	8، 9، ۱۱، ۲۳
ابوبکر کتانیؒ	11، ۸۰
ابوبکر واسطیؒ	7
ابوبکر وراق ترمذیؒ	6
ابوحامد غزالیؒ	۶۸
ابوحفص حداد	۲۱
ابودرداؓ	15
ابوریحان البیرونی	2
ابوسعید ابوالخیرؒ، شیخ	۳۱، ۸۱، ۹۰
ابوعبداللہ البناجیؒ	۷۶
ابوعثمان حیریؒ	۷۳
ابوعثمان مغربیؒ	۱۵
ابوعلی احمد بن محمد رودباریؒ	۳
ابوعلی دقاقؒ (بوعلی دقاقؒ)	16، ۵۹، ۸۲
ابوعلی قزوینیؒ	11
ابوعمرو نجیدؒ	۳
ابومسعود انصاریؓ	۶
ابوموسیٰ الاشعری	۵۸
ابونجیب سہروردیؒ	7، ۳۵
احمد بن محمد الطوسیؒ	۲، ۴۲
احمد غزالیؒ	۷۷
احوال وآثار واشعار میر سید علی ہمدانی	۹
اردشیر العبادیؒ	2، 4، 11، ۳۶، ۵۸، ۷۵
ارشاد الملوک	۲۶
ازالۃ الخفا	۶
اسحاقؑ، حضرت	۲۵
اسرار التوحید	۹۵، ۹۷

Marfat.com

اسماعیل حاکمی	۹۰	باباکوہی	۶۶
اشرف علی تھانویؒ	۸۵	بایزیدؒ	۵۰
اصفہان	۴۹	بحث در آثار وافکار واحوال حافظ	۸۲
افلاطون	۵۴	بدرالدین غزنویؒ، شیخ	۱۹
الانسان الکامل	7	بدوی	6،3
البیان والتبیین	6	برعظیم پاکستان وہند	۵۶
اللمع	5	بصرہ	۳۲
ام خالدؓ، حضرت	۲۰	بغداد	۲۴
امام ابوحنیفہؒ	۲، ۲۷	بندار بن الحسینؒ	۷۴
امام احمد حنبلؒ	۲	بندہ نواز گیسودرازؒ	۲۳، ۲۵
امام شافعیؒ	۲، ۱۵	بوستان	۴۸
امام غزالیؒ	۱۰، ۱۱، ۵۹	بہاؤالدین نقشبندیؒ	۴۹
امام مالکؒ	۲	بہرام گور	۵۶
امدادالسلوک	۲۶	بیرونی	3
امیر خسروؒ	۴۳، ۴۴، ۵۷	پاکستان	۹
امین الدین میکائیل	۹۵	پرویز	۲۰
انڈرہل	۸۷	تاریخ تصوف اسلامی	6،3
انس بن مالکؓ، حضرت	15،13،4	تاریخ تصوف در اسلام	۳، ۱۹
انیس العاشقین	۲۳، ۲۴	تان سین	۵۷
اوحدالدین کرمانی	۴۲	تحقیق ماللہند	3
ایران	۹، ۱۹، ۵۶، ۵۷	تذکرہ گیسودراز	۲۳، ۲۴
ایوبؑ، حضرت	۲۱	تذکرۃ الاولیا	7، ۱، ۳
آداب المریدین	7، 8، ۱۲، ۷۷	ترکی	۹۵
آدمؑ، حضرت	4، 5، ۲۳، ۳۳	تعرف	21،4
آنحضرتؐ	(دیکھیے رسول اکرمؐ)	تلبیس ابلیس	۲، ۳

Marfat.com

جاحظ 6
جامی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ۸۸
جامیؒ، مولانا ۸، ۹، ۴۶
جبرائیل امینؑ ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۳۱
جعفرؓ ۵۱
جلال ہمائی 3
جمال الدین محدثؒ، شیخ ۵
جمال حاجی شروانی ۴۲
چنگیز خان ۴۸
جنوبی ہندوستان ۸۶
جنید بغدادیؒ 18، 20، ۱۷، ۴۴، ۵۰، ۵۲، ۵۸، ۷۶، ۸۸
حاکمی ۳۰
حسان بن ثابتؓ ۶
حسن بصریؒ 4، 5، ۲۷
حسین واعظ کاشفیؒ ۲۱
حضرت رسولؐ (حضورؐ) (دیکھیے رسول اکرمؐ)
حلیۃ الاولیا 5
حلاجؒ 20
حمزہؓ، حضرت ۵۱
حمید الدین ناگوریؒ ۴۳
خرقہ وخرقہ پوشی ۲۲
خسرو پرویز ۵۶، ۵۷
خواجہ عثمان ہرونیؒ ۷۲، ۷۳
خواجہ غلام فریدؒ ۲۵
خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ۴۴، ۵۳
خواصؒ ۱۸
داؤدؑ، حضرت ۱۴، ۳۱، ۵۸
دلائل السلوک 6
دہخدا ۱
دہلی ۸۷
ذوالنون مصریؒ 20، ۴۱، ۴۷، ۷۷
رسالۂ قشیریہ ۳، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۳۲، ۵۹، ۸۲
رسول اکرمؐ، حضرت 5، 8، 9، 13، 14، 15، 16، 19، ۵، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۲۰، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۳۳، ۳۶، ۵۱، ۵۸، ۷۰، ۸۴، ۹۶
رومیؒ، مولانا 4، 7، 19، 22، ۱۶، ۴۶، ۸۱، ۹۱، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۷
رُوَیمؒ، حضرت ۴۱
زلیخا 8
زید بن حارثہؓ، حضرت ۵۱
سجادی ۲۱
سدید الدین خوارزمیؒ ۵۲، ۵۳
سرِّ دلبران ۶، ۹، ۲۰، ۴۱، ۵۴، ۶۵، ۶۹
سری سقطیؒ، شیخ ۵۲

Marfat.com

سرّاجؒ 5
سعدی شیرازیؒ 20، ۴۸، ۸۲، ۹۸، ۹۹
سعید بن المسیبؒ ۶
سعید بن جبیرؒ ۶
سفیان ثوریؒ 5، ۲۷
سلطان خوارزم شاہ ۴۷، ۴۸
سلیمان ۹۳
سماع در تصوف ۲، ۳، ۱۵، ۱۷، ۳۰، ۵۴، ۵۶، ۹۰، ۹۱
سماع نامہ ہائے فارسی ۱۲، ۳۱، ۳۸، ۴۲، ۴۳، ۵۱، ۵۳، ۵۷، ۵۹، ۶۰، ۶۴، ۶۸، ۷۱، ۷۳، ۷۶، ۸۰، ۸۶، ۹۸، ۹۹
سہل بن عبداللہ تستریؒ 17، 19، ۲۱، ۲۴
سید علی ہمدانی ۹
سید محمد ذوقی ۶
سیر الاولیا ۴، ۱۹، ۳۶، ۴۳، ۴۷، ۴۸، ۶۰، ۸۲
سیر عرفان در اسلام ۲، ۶۷
سیف الدین باخرزیؒ ۳، ۶۳
شاہ شجاع کرمانیؒ ۲۱
شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ۸۷
شاہ محمد حسین الہ آبادی ۸۸
شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۶، ۵۳
شبلیؒ 10، ۱۵، ۱۶، ۵۰، ۵۸
شرف الدین ۹۲
شمس الدین احمد الافلاکیؒ ۲۴
شمس الدین آملیؒ ۷۴
شمس الدین تبریزیؒ ۲۶، ۸۰، ۸۳
شہاب الدین احمد بن محمد غزالیؒ ۶۸
شہاب الدین سہروردیؒ 15، ۲۴، ۶۰، ۷۲
شیثؑ، حضرت ۲۴
شیخ ابواسحاق شہریار کازرونیؒ 17
شیخ العالم سیف الدین باخرزی ۵۲
شیخ بوالقاسم نصرآبادیؒ ۳
شیخ فرید الدین عطارؒ ۴۸
شیخ ممشاد دینوریؒ ۳
صدیق اکبرؓ، حضرت 19، ۲۴
صلاح الدین زرکوبؒ ۹۱
صلاح بن مبارکؒ 20
صوفی نامہ 2، 6، ۳۸
ضیاء الدین سنامیؒ، قاضی ۸۴
طبقات الصوفیہ ۳۲
ظہیر احمد صدیقی 23
عائشہ صدیقہؓ، حضرت 11، 13، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۲۷
عبدالحق محدث دہلویؒ، شیخ ۶
عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت ۲۰
عبدالرحیم شاہ ۵۳
عبدالقدوس گنگوہی ۸۷
عبداللہ انصاریؒ ۱۷، ۳۲

Marfat.com

عبداللہ بن جعفرؓ،حضرت ۶
عبداللہ بن زبیرؓ،حضرت ۶
عبداللہ بن عمرؓ،حضرت ۶
عثمان غنیؓ،حضرت ۲۳
عثمان ہرونی،حضرت ۴۲،۴۴
عز الدین محمود کاشانیؒ ۶،۴۴،۷۲
عزیز الدین نسفیؒ 7
علاء الدولہ سمنانیؒ ۷۷
علی ابن ابی طالبؓ،حضرت ۶،۱۰،۲۳،۲۴،۵۱
علی حلاج ۸۱
علی رضا ذکاوتی ۳
علی محمد سجادی ۲۲
علی ہجویریؒ،حضرت 1، 8، 10، ۱۴، ۲۶، ۲۹، ۵۰، ۵۵، ۷۱
عمر بن عبدالعزیزؒ ۸۶
عمر بن عثمان المکیؒ ۴۹
عمر فاروقؓ،حضرت 8، ۶، ۲۳، ۲۷
عمرو بن العاصؓ،حضرت ۶
عمرو بن عثمانؒ ۴۹
عوارف المعارف 4، ۳، ۱۳، ۲۵، ۵۱
عیسیٰؑ،حضرت 3
غیاث اللغات ۱
فتوت نامۂ سلطانی ۲۱،۲۲
فرید الدین گنج شکرؒ ۱۹،۳۹
فلسطین ۳۲
فیثا غورث 2،۵۴
قاسم غنی ۳،۸۲
قرآن پاک 11، 13، 14، 18، ۲، ۵، ۱۱، ۱۶، ۱۸، ۲۰، ۳۸، ۵۶، ۷۰، ۸۷
قشیریؒ 1
قطب الدین شیرازیؒ،مولانا ۹۳
قونیہ ۱۶
کاشانیؒ ۵۸
کتاب التعرف 5
کشف المحجوب 1، 6، 10، ۱۲، ۲۶، ۲۷، ۲۹، ۳۰، ۵۵، ۵۹، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۷
کعب ابن زہیرؓ ۱۴،۲۰
گلستان 20،۹۹
گنج اسرار ۴۲،۷۳
لاہور ۴۲
لغات القرآن ۲۰
لغت نامۂ دہخدا ۳۲
مالک دینارؒ ۲۷
مالالہند 2
مانک پوری،مولانا ۲۴
مثنوی رومی ۹۷
مجد الدین بغدادیؒ ۴۷،۴۸
مجدد الف ثانیؒ 18

Marfat.com

محمد بن علی بن حسین بن علیؓ 10
محمد بن مسروق ۸۸
محمد حسین تسبیحی ۵۵
محمد ریاض، ڈاکٹر ۹
محمد شیخ سعیدؒ، مولانا ۲۳
محمد کاظم 10
مدارج النبوۃ ۶
مدینہ ۱۱
مرتعشؒ 11
مرزا مظہر جان جاناںؒ ۸
مرصاد العباد ۹۵، ۹۷
مروج الذہب ۸۶
مسعود بک بخارائیؒ ۳۷
مسعودی ۸۶
مصباح الہدایت 3، ۳، ۶، ۷، ۵۵، ۵۸، ۷۲، ۷۵
معاذؓ، حضرت 14
معاویہ بن ابی سفیانؓ ۶
معجم البلدان ۳۲
معین الدین پروانہؒ ۹۱، ۹۲، ۹۳
مقابیس المجالس ومقدمہ ۱۹، ۲۵، ۴۵، ۸۵، ۸۸، ۹۰
مقالات شمس تبریزی ۲۶، ۸۳، ۸۴
مقدمہ ای بر مبانی عرفان وتصوف ۲۱
مکہ ۱۱
ملا ہادی سبزواری ۱۹
ممشاد دینوریؒ ۷۰
مناقب الصوفیہ ۱، ۱۲، ۵۸
مناقب العارفین 19، ۲۴، ۳۱، ۹۱، ۹۲، ۹۵
منصور حلاج ۴۹، ۶۲
موسیٰؑ، حضرت ۱۵، ۱۹، ۲۴، ۳۱
نجم الدین رازیؒ ۹۵
نجم الدین کبریؒ، شیخ ۴۷، ۴۸
نجیب مایل ہروی ۵۷، ۹۸
نظام الدین اولیاؒ ۴، ۳۵، ۳۷، ۴۲، ۷۲، ۸۱، ۸۴
نظیری ۴۶
نفایس الفنون ۷۴
نفحات الانس 5، ۴۹
نقد صوفی 10
نیشاپور ۴۸، ۹۰
وزیر آغا ۵۶
ہربرٹ ریڈ ۵۶
ہندوستان، ہند ۵۷، ۸۷
یحییٰ باخرزیؒ ۳۰
یعقوبؑ، حضرت ۲۵
یوسف زلیخا ۸
یوسفؑ، حضرت 8، ۱۴، ۱۵، ۲۵

....

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی کی دیگر تالیفات

- تصوف اور تصوراتِ صوفیہ
- گنجینۂ معانی
- اخلاقیات ایرانی ادبیات میں
- فارسی غزل اور اس کا ارتقاء
- آفاقِ افکار
- حکمتِ حکومت
- راویِ ادبیات (فارسی)
- مطالعاتِ ادبیاتِ فارسی
- تنقید و تحقیقِ ادبیات
- عکسِ جاوید
- دِلھا یکی است
- بوی خوش آشنایی
- دلِ بیدل
- پہچان
- بوے دوست
- مجلسِ مشاورتِ ابلیس
- آگہی کی جستجو میں
- مجلس میں دیوانوں کی
- جنگل میں منگل
- دریچے دل کے
- شعرِ جدیدِ ایران
- تصوف ہر انسان کی ضرورت

زیر طباعت

- اللہ، انسان و ابلیس کے تصورات تصوف میں
- سماع و موسیقی تصوف میں
- ایران جانِ پاکستان
- اسرار و علمِ حروف اور فنِ تاریخ گوئی

....

Marfat.com

سماع و موسیقی
تصوّف میں

Marfat.com